کیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ حسن اتفاق سے میری ملاقات بعض دیندار اور شریف مسلم گھرانوں سے ہوگئی۔ ان کے طریقۂ زندگی، طرز معاشرت، خانگی آداب، بچوں کی نگہداشت اور ان سے شفقت و محبت کا برتاؤ دیکھ کر میں مسحور ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ مسلمان میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے پیار اور محبت کا معاملہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے تئیں اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتا ہے اور اس کا بالمقابل جو بھی کام کرتا ہے اسے قدر واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو امریکہ کے بیشتر گھرانوں میں عنقا ہے"۔

"آپ یہ بتائیے اسلام میں عورتوں کے ساتھ جو احکام مخصوص ہیں ان میں سے کون سا حکم آپ کو سب سے زیادہ پسند آیا؟"

اس کے جواب میں ڈاکٹر ماریہ نے کہا: حجاب! کیوں کہ مجھے مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ عورت کا اپنے جسم کو ڈھکا رکھنا اس وجہ سے ضروری نہیں کہ وہ مردوں سے کمتر ہے، بلکہ یہ اس کے تحفظ اور احترام و اکرام کا خاص حق ہے۔ اسی طرح اسلام طلاق یافتہ عورت کو خاص وقت تک نفقہ دیتا ہے اور اسے شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت بھی عطا کرتا ہے۔ اگر امریکہ میں ایسا ہوتا تو ہزاروں مطلقہ عورتیں یوں بے گھر دربدر، ماری ماری نہ پھرتیں، پھر یہ کہ اسلام نے عورت کی اصلی ذمہ داری کی بھی وضاحت کے ساتھ تحدید کی ہے مثلاً یہ کہ وہ اپنے گھر اور بال بچوں کی نگہداشت کرے کیوں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقت دینا دراصل تہذیب و تمدن کی تعمیر و ترقی کے مترادف ہے، بصورت دیگر بچے شتر بے مہار کی طرح کسی تربیت کے بغیر پرورش پائیں گے جیسا کہ آج کل امریکہ میں عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے"

"آپ کے خیال میں ہم امریکی معاشرے میں کس طرح اسلامی دعوت دے سکتے ہیں؟"

اس کا جواب انہوں نے یوں دیا" امریکیوں کے نزدیک اسلام کا تصور نہایت ہی گھناؤنا اور مسخ شدہ ہے جو بہت حد تک سیاست سے جڑا ہوا ہے ذہنی طور پر وہ اسلام کو ایک جنگجو اور لڑاکا مذہب گردانتے ہیں۔ جس کے پیروکار ہمیشہ قتل اور خونریزی کے لیے آمادہ رہتے ہیں چنانچہ وہ کبھی اسلام کو ایک نظام حیات کے طور پر نہیں دیکھتے اس لیے ہمارے لیے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ ہم انہیں اسلام کا ہر زاویے سے تعارف کرائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ اسلام ایک مکمل اور ہمہ گیر نظام حیات ہے اور ان کے سامنے عملی زندگی میں اچھا نمونہ پیش کریں اور سب مسلمان اپنے خاندانوں کی عمارتیں اسلامی اصولوں کی بنیادوں پر استوار کریں"۔

❖❖

بقیہ......نحوست کا اسلامی تصور

پر کیا جاتا تو وہ تیرہویں صدی عیسوی بہ مطابق ساتویں صدی ہجری ہوتی، مسلمانوں کا ستارۂ اقبال ہمیشہ کے لئے غروب ہو رہا تھا لیکن آپ کو معلوم ہے کیا ہوا؟ آرنلڈ کو یہ الفاظ لکھنے پڑے:

"بالآخر اپنی گزشتہ شان و شوکت کے خاکستر سے اسلام اٹھا اور واعظین اسلام نے ان ہی وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا، مسلمان کر لیا۔"

اور دنیا نے یہ دیکھا کہ اس اسلام نے فاتح تاتاریوں کو فتح کر لیا۔ بات یہ تھی کہ مسلمانوں نے سب کچھ کھو دیا تھا، خدا پر اعتماد نہیں کھویا تھا۔ ایمان و عقیدہ نہیں کھویا تھا، روحانی طاقت نہیں کھوئی تھی شکست کس نے کھائی تھی، شکست کھائی تھی نالائق مسلمان بادشاہوں نے، ایک کمزور مریض معاشرے نے، اسلام اپنی جگہ پر تھا۔ اس کے شیشے پر کوئی بال بھی نہیں آیا تھا۔

معاشرے میں بگاڑ عقیدے و عمل کی خرابی ہی سے پیدا ہوتا ہے اور پھر مریضانہ ذہنیت کے نتیجے میں اس قسم کے توہمات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کی انتہا تباہی و بربادی کے مہیب غاروں پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاشرے کو اس مریضانہ ذہنیت سے بچائے اور عقیدہ راسخہ اور عمل خالص سے نوازے۔

تلاطم ہائے دریا ہی سے گوہر کی سیرابی

●●●

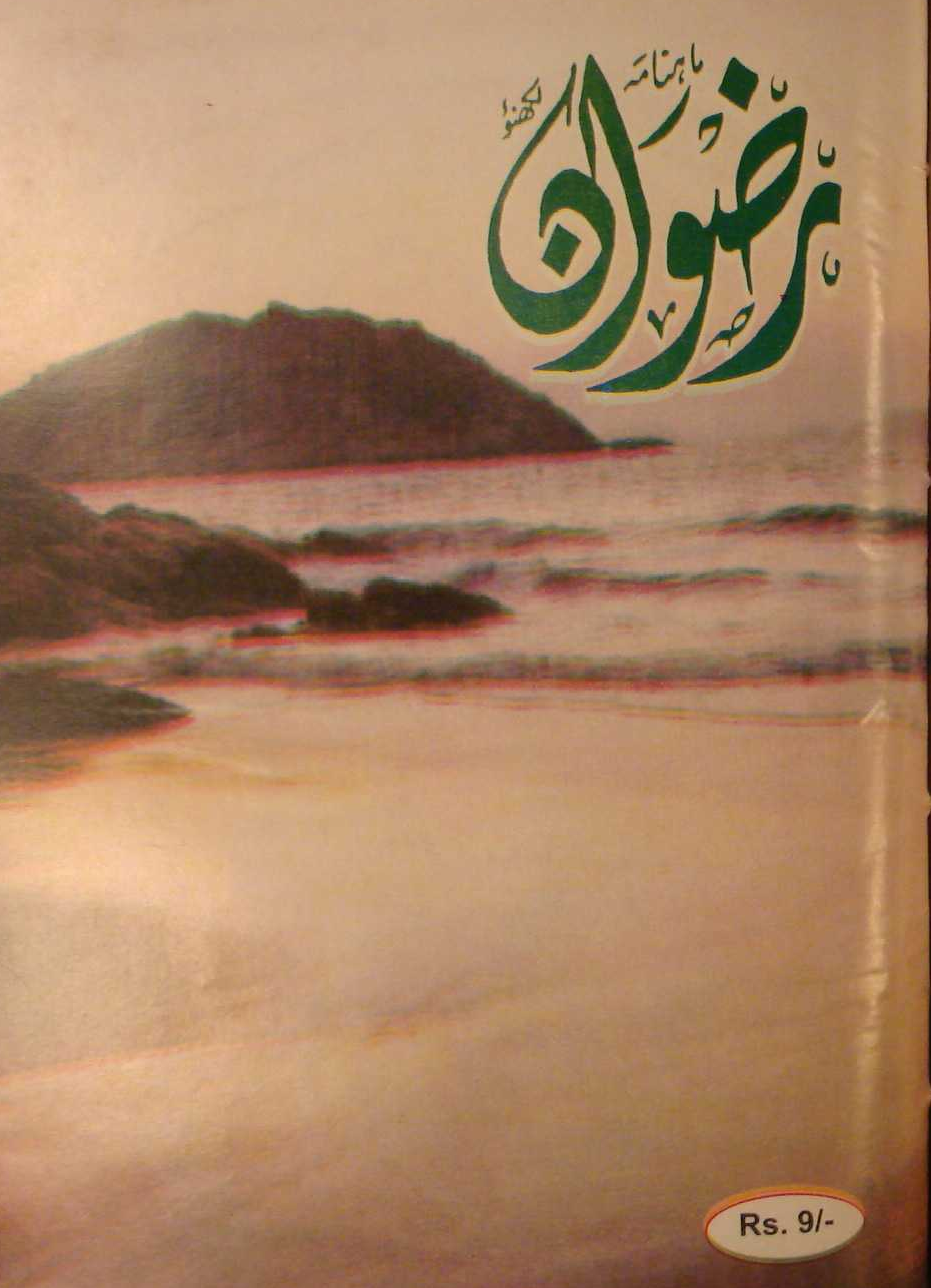

LW/NP – 184 **RIZWAN** R.N. 2416 /57
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.
Ph. 270406

حدیث کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کا سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

زادِ سفر

مقدمہ
علامہ سید سلیمان ندوی رح

مترجمہ
محترمہ امۃ اللہ تسنیم (مرحومہ)

یہ کتاب
بہترین مصلح مربی اور مرشد کا کام کرتی ہے
ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر
احادیث میں ذیلی عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت
کرتے ہیں۔ بہترین کتابت
فوٹو آفسیٹ کی طباعت

قیمت حصہ اوّل ہر روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

یادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۴۸ اپریل ۲۰۰۴ء شمارہ ۴

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

- اُمامہ حسنی
- میمونہ حسنی
- اسحاق حسینی
- جعفر مسعود حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰؍روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵؍امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰؍روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 2270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 2281223

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- حضرت ابوبکر صدیقؓ .... پروفیسر محمد یونس جنجوعہ ۶
- اکرام مسلم .... مولانا عبداللہ طارق۔نظام الدین ۱۰
- سلطان صلاح الدین ایوبی .... مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۱۶
- نحوست کا اسلامی تصور .... حضرت مولانا محمد خالد ۲۰
- موت اور نیند سے متعلق آیت کے بارے میں.. ڈاکٹر آرتھر ۲۳
- انسان کی زندگی میں "ماں باپ" .....راج کمل گپتا برگ ملیح آباد ۲۵
- سوال جواب .... مفتی محمد راشد حسین ندوی ۲۹
- مغرب میں مسلمانوں کے آپسی .... ترجمہ مسعود حسن حسنی ۳۰
- ملائشیا میں چند روز .... مولانا محمد تقی عثمانی ۳۳
- میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ ۳۹-۴۰

اپنی بہنوں سے ....

مدیر

❖ ——— جب بھی کسی قوم یا گروہ کے سامنے کوئی مقصد نہیں رہ جاتا تو وہ قوم روح سے خالی ہو جاتی ہے اور انسانیت کی صفت سے عاری ہو جاتی ہے پھر اس میں اور جانوروں کے ریوڑ میں کوئی فرق نہیں باقی رہ جاتا، پیدا ہونا، کھانا پینا اپنی خواہشات پوری کرنا اور مر جانا، اس کا حال بن جاتا ہے۔

مسلمانوں میں یہ صفت اور بھی اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں کا مطلب ہی ایک بامقصد قوم ہے، بے مقصدیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مسلمانوں پر اللہ رب العزت نے زبردست ذمہ داری ڈالی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ خود صحیح راستہ پر چلے بلکہ دوسروں کو بھی صحیح راستہ پر چلنے کی ہدایت دے اور اس راہ میں جب تک زندہ ہے کوشش کرتا رہے اس کی زندگی کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کرنا اور صالح معاشرہ کے قیام کے لئے جدوجہد کرنا ہے، کھانا پینا، معاش کے حصول کی فکر کرنا اپنی اور اپنے خاندان کی جائز ذرائع سے پرورش کرنا، یہ بھی دین ہی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اس پر ثواب کا بھی وعدہ کیا گیا ہے لیکن اس کا اصل کام اسلام کو پھیلانا اور دین رحمت کے گھنیرے سایہ میں خلق خدا کو پناہ دینا ہے اور یہ ذمہ داری صرف علماء کی نہیں بلکہ ہر اس مسلمان کی ہے جو اللہ کو اپنا رب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول مانتا ہے اور اپنے کو ان کا امتی ہونے پر فخر محسوس کرتا ہے۔

یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ آپ بڑے بڑے بوجھ اٹھائیں، دور دراز کا سفر کریں اور اس پیغام کو ہر جگہ لے جائیں بلکہ یہ تو کم سے کم ہو سکتا ہے کہ ہم جس معاشرہ میں رہتے ہیں جس محلہ یا شہر میں بستے ہیں جس بازار میں تجارت کرتے ہیں یا جس دفتر میں ملازمت کرتے ہیں، یا جن دوستوں سے ملتے ہیں ان تک تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچا سکتے ہیں ہماری بہنیں اپنی ملنے والی خواتین سے اور ہمارے بھائی اپنے دوستوں رفیقوں دفتر و کاروبار کے ساتھیوں سے وہ بات کہہ سکتے ہیں جس کا تعلق ایمان و اسلام سے ہے۔ جس کے پہونچانے کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔

لمۃ اللہ تسنیم

خدا کا ادب ولحاظ

سب میں معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ لوگوں میں بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ فرمایا یوسف نبی اللہ اور نبی اللہ کے بیٹے اور نبی اللہ کے پوتے اور نبی اللہ کے پرپوتے۔ انہوں نے کہا ہم ان کے متعلق نہیں سوال کرتے۔ فرمایا کیا تم عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھتے ہو تو جاہلیت میں جو شریف تھے وہ اسلام میں بھی شریف ہیں جب وہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔ (بخاری، مسلم)

دنیا اور عورتیں احتیاط کی چیزیں ہیں

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میٹھی ہے اور سبز ہے۔ اللہ تم کو اس میں جانشین بنائے گا۔ اور وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اور دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو، پہلا فتنہ بنی اسرائیل میں عورتوں کی ذات سے پیدا ہوا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا اور پرہیزگاری کا اور پاکدامنی کا اور استغنا کا۔ (مسلم)

قسم کھانے کے بعد بھی زیادہ پرہیزگاری کی بات پر عمل کرنا چاہئے

حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے کسی بات پر قسم کھائی، پھر زیادہ پرہیزگاری کی بات دیکھی تو پرہیزگاری کو اختیار کرے۔ (مسلم)

جنت میں داخلہ کے شرائط

حضرت ابوامامہؓ الباہلی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حجۃ الوداع میں خطبہ فرمارہے تھے کہ اللہ سے ڈرو اور پانچ وقت کی نماز پڑھو اور مہینہ کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حاکموں کی اطاعت کرو۔ اپنے رب کی جنت میں داخل کئے جاؤ گے۔ (ترمذی)

یقین وتوکل

جنت میں ستر ہزار آدمی بے حساب داخل ہوں گے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے ایک نبی کو دیکھا اور ان کے ساتھ کچھ لوگ، اور ایک نبی اُن کے ساتھ ایک یا دو آدمی، اور ایک نبی ان کے ساتھ کوئی نہیں۔ ناگاہ مجھ کو ایک بڑا ہجوم دکھایا گیا۔ میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ آپ افق کی طرف دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو ایک بڑا ہجوم دکھایا گیا۔ پھر مجھ سے کہا کیا دوسرے افق کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو بڑا ہجوم دکھایا گیا۔ کہا گیا یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار آدمی بغیر حساب، بغیر عذاب، جنت میں داخل کئے جائیں گے، پھر آپ اُٹھے اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور لوگ ان کے بارے میں جو جنت میں بغیر حساب بغیر عذاب داخل ہوں گے، گفتگو کرنے لگے، بعض نے کہا شاید وہ لوگ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا، اسی طرح بہت سی باتیں کررہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

لائے اور فرمایا کون سی گفتگو کرتے ہو، انہوں نے آپ کو خبر دی، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ پھونک جھاڑ کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں اور نہ فال لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ عکاشہ بن محصن کھڑے ہوگئے اور کہا اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل کردے۔ آپ نے فرمایا تم ان میں سے ہو۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور کہا۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھ کو بھی اُن میں شامل کردے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر بازی لے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ، اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ.

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے سامنے سر جھکایا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور میں تیری طرف رجوع ہوا اور میں نے تیرے سہارے پر جھگڑا کیا۔ اے اللہ میں تیری عزت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں کہ سوا تیرے کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ کرے تو زندہ ہے نہ مرے گا، جن اور انسان مرجائیں گے۔ (ب۔م)

اہل توکل کا قول

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو کہا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں نے کہا: تمہارے لئے لوگوں نے بڑا سامان اور تیاری کی ہے اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان زیادہ ہوگیا۔ انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ.

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا دوسرا قول "حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" بھی تھا۔

جنتیوں کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی، ان کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے۔

اللہ پر بھروسہ کی مثال

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، وہ غزوۂ نجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پلٹے تو دن کے آرام کا وقت ایسی وادی میں ہوا جس میں ببول کے درخت بہت تھے ہم لوگ درختوں کے نیچے سایہ لینے کے لئے الگ ہوگئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اپنی تلوار ایک ڈال میں لٹکادی، ہم سب سوگئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پکار رہے ہیں، اور ایک دیہاتی آپ کے پاس کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے میری تلوار مجھ پر کھینچ لی اور میں سو رہا تھا، جب میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا آپ کی حفاظت کون کرے گا۔ میں نے تین مرتبہ اللہ کہا اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔ حضرت جابرؓ نے کہا کہ ہم ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم لوگ درختوں میں سایہ لینے کے لئے الگ ہوگئے، اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ ایک مشرک آدمی آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پیڑ سے لگی تھی، اُس نے آپ پر تلوار کھینچ لی اور کہا مجھ سے ڈرتے ہو، آپؐ نے فرمایا نہیں۔ کہا کون آپ کی حفاظت کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ۔ بس تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور آپ نے اٹھالی۔ آپ نے فرمایا تیری حفاظت کون کرے گا۔ کہا آپ بہتر لینے والے بنئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کہتے ہو "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ" کہا یہ تو نہیں، مگر ہاں اس کا عہد کرتا ہوں کہ نہ آپ کے ساتھ جنگ کروں گا اور نہ جنگ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہوں گا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور بولا میں سب سے بہتر کے پاس سے آیا ہوں۔

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

مختصر حالات اور فضائل ومناقب

آپ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر تھی، جبکہ صدیق اور عتیق لقب تھے۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ یہ وہی ابوقحافہؓ ہیں کہ جب فتح مکہ کے بعد اپنے بیٹے ابوبکرؓ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبول اسلام کے لیے حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: ابوبکر انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ابوقحافہؓ نے لمبی عمر پائی اور ۹۷ سال کی عمر میں ۱۴ھ میں فوت ہوئے آپ کی وفات سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ رحلت فرما چکے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے ساتھی تھے۔ دیانت وامانت اور راست بازی آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ آپ مکہ کے خوشحال تاجر تھے۔ مسلمہ منکرات سے ہمیشہ دور رہے، اسی لئے شراب نوشی سے بھی نفرت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر میل جول رہتا، بلکہ بعض تجارتی سفروں میں آپؐ کے ہم رکاب رہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپؐ نے اپنے رفیق خاص ابوبکرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو وہ اسی وقت بلا تامل حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میل جول نے پہلے ہی آپ کو ان کے اخلاق کا گرویدہ بنا رکھا تھا، چنانچہ آپ نے قبول اسلام میں ذرا بھی پس وپیش نہیں کیا۔ آزاد مردوں میں آپ سب سے پہلے شخص تھے جو ایمان لائے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپؓ کے گھر آنا جانا معمول بن گیا اور دوستی مزید پختہ ہوگئی۔

شروع میں اسلام قبول کرنے والے اکثر افراد نادار، مفلس اور غلام ہوتے تھے۔ چنانچہ ان بے بس غلاموں کی آزادی پر ابوبکر صدیقؓ نے بے دریغ مال لٹانا شروع کیا۔ بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ کو ان کے ظالم مالکوں سے آپ ہی نے نجات دلائی۔

جب مکہ میں قریش نے اسلام قبول کرنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو انہیں اولاً حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ مسلمان ایک ایک، دو دو کر کے مدینہ روانہ ہو رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے بھی اجازت چاہی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ آخر جس دن آپ کو ہجرت کے لئے اذن الٰہی ہوا آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیا اور رات کی تاریکی میں ہجرت کا یہ سفر اختیار کیا۔ غار ثور پہلی پناہ گاہ ثابت ہوئی۔ دونوں دوست غار کے اندر داخل ہوگئے۔ ابوبکرؓ نے غار کو صاف کیا اور تمام سوراخ بند کئے۔ ایک سوراخ جو رہ گیا اس پر آپؓ نے اپنی ایڑی رکھ دی۔ اسی سوراخ سے سانپ نے آپؓ کو ڈس لیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے زانو پر سر رکھے محو استراحت تھے۔ درد کی شدت سے آپؓ کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک پڑے۔ آنسو کا ایک قطرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرا تو آپؐ بیدار ہوئے۔ پوچھا کیا ہوا۔ آپؓ نے بتایا کہ سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپؐ نے اسی وقت لعاب دہن متاثرہ ایڑی پر لگا دیا جس سے درد رفع ہوگیا۔ اس قیام نے آپ کو "یار غار" بنا دیا اور آج یہ لفظ ہر جگری دوست کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔

ادھر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا علم ہوا تو گرفتاری کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ کئی دشمن تلاش میں نکلے، مگر سب ہی خائب وخاسر رہے۔ تین دن غار میں گزارنے کے بعد یہ کارواں آگے روانہ ہوا۔ راستے میں جو آدمی ملتا تو پوچھتا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپؓ جواب دیتے یہ میرے راہ نما ہیں۔ چلتے چلتے نبوت کے چودھویں سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ آپ مدینہ کے قریب

پہنچ گئے۔ چند روز قبا میں قیام کیا اور پھر مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت اہل مدینہ کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل تھا کہ انصار پھولے نہیں سما رہے تھے۔

مدینہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے سروسامان مہاجرین کے ایک ایک فرد کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ اسے مواخات کہتے ہیں۔ ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ نصرت اور ایثار کی وہ رسم ڈالی کہ تاریخ انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس رشتہ مواخات میں ابوبکرؓ کو خارجہ بن زہیرؓ کا بھائی قرار دیا گیا، جو مدینہ کے ایک معروف آدمی تھے۔ مدینہ میں اولین کام ایک مسجد کی تعمیر تھا جہاں اجتماعی عبادت بھی ہو اور وہ جگہ مشاورت اور تعلیم کے لئے بھی استعمال ہو۔ جو زمین اس مقصد کے لئے منتخب کی گئی اس کی قیمت ابوبکرؓ نے ادا کی۔ بعد ازاں جب مسجد کی تعمیر کا مرحلہ آیا تو جہاں دوسرے مسلمانوں نے گرم جوشی دکھائی وہاں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یار غار نے بھی مزدوروں کی طرح کام کیا۔

رمضان ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا۔ اس میں دیگر جاں نثاروں کے ساتھ ابوبکرؓ بھی شامل تھے جو تیغ بکف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے۔ اس جنگ میں ۳۱۳ مجاہدوں نے اپنے سے تین گنا مسلح اور تیار جنگجوؤں کو شکست فاش دی۔ کفار کے ستر افراد جن میں اکثر سردار تھے۔ مسلمانوں کی قید میں آئے۔ ان کے بارے میں مشاورت کی گئی تو فدیہ کی ادائیگی پر ان کو چھوڑنے کا فیصلہ ہوا۔ اکثر صحابہ کے ساتھ ابوبکرؓ کی بھی یہی رائے تھی۔

اگلے سال معرکہ احد پیش آیا۔ اس میں بھی ابوبکرؓ شامل تھے۔ پہاڑی درہ میں متعین تیر اندازوں نے جب اپنی جگہ چھوڑی تو قریشی جنگجوؤں نے اچانک ادھر سے حملہ کر دیا جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ ایک بھگدڑ مچ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک زخمی ہوئے۔ یہ بھی مشہور ہوگیا کہ آپ شہید ہوگئے ہیں۔ ایسے موقعہ پر بھی حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا بلکہ بلند آواز سے پکارتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ جنگ کے خاتمہ پر جس جماعت نے بھاگتے ہوئے کفار کا تعاقب کیا ان میں ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔ معرکہ احد کے بعد پیش آنے والے تمام معرکوں میں بھی ابوبکر دیگر مجاہدین کے ساتھ برابر شریک رہے۔

۶ھ میں جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے تو کفار قریش مزاحم ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا۔ بات چیت کے لئے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا گیا۔ اسی اثناء میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے۔ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جاں نثاروں سے جہاد پر بیعت کی بھی، اپنی رضامندی کی سند دی۔ اس بیعت میں دیگر خوش نصیبوں کے ساتھ ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔ رضی اللہ عنہ

۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی عہد شکنی کے سبب مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ دس ہزار صحابہ کی جماعت آپؐ کے ہمراہ تھی۔ مکہ میں فاتحانہ داخل ہونے والی قدسی صفات کی حامل اس جماعت میں ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔ اسی موقعہ پر آپؓ کے والد ابو قحافہ نے اسلام قبول کیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ فتح مکہ سے واپسی پر بنو ہوازن سے جنگ ہوئی جس میں ابوبکرؓ شامل تھے۔

آپؓ کی سیرت وکردار میں انفاق فی سبیل اللہ کا بے مثال واقعہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقعہ پر پیش آیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر آپ اپنے گھر گئے اور گھر کا کل اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابوبکر گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو عرض کیا کہ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ علامہ اقبال نے اس کیفیت کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس!

اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر حضرت ابوبکرؓ کا عمل ایسا تھا کہ آپ فی سبیل اللہ انفاق کرنے والوں کے سرخیل ٹھہرے۔

۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ فرمایا۔

اسی موقع پر سورۂ توبہ کی آیات نازل ہوئیں جن کا اعلان حج کے موقعہ پر کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اعلان کے لئے حضرت علیؓ کو مکہ بھیجا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو ابوبکرؓ نے پوچھا: کیا آپ کو امارت حج کی ذمہ داری سونپی گئی ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ نہیں امیر حج تو آپ ہی ہیں البتہ مجھے حج کے موقع پر سورۂ توبہ کی آیات سنانے کے لئے خصوصی طور پر بھیجا گیا ہے۔

۱۰ھ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ جاں نثار صحابہ کثیر تعداد میں آپؐ کے ہمراہ تھے۔ اس موقع پر میدان عرفات میں آپؐ نے جو خطبہ دیا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ دیگر پند و نصائح کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا کہ اگلے سال پھر یہاں تم سے ملاقات ہو۔ پھر واپسی پر آپؐ نے فرمایا: اللہ نے ایک بندہ کو دنیا اور عقبیٰ کے درمیان اختیار دیا تھا لیکن اس نے عقبیٰ کو دنیا پر ترجیح دی۔ یہ سن کر ابوبکر رونے لگے کیونکہ وہ آپ کا اشارہ سمجھ رہے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے۔ جسمانی کمزوری بڑھتی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لانے سے بھی معذور ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ مسجد نبوی میں امامت کرائیں۔ تعمیل ارشاد میں آپ نماز پڑھانے لگے۔ اس طرح آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات سترہ نمازوں کی امامت کرائی۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اس دن آپؐ نے ابوبکرؓ کو نماز پڑھاتے دیکھا، خوش ہوئے اور مسکرائے، نماز کے بعد ابوبکرؓ اجازت لے کر مدینہ سے باہر گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ صحابہ کرامؓ کا غم واندوہ سے براحال تھا۔ حضرت عمرؓ کو تو کسی کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر سننا گوارا نہ تھا، وہ تو آپ کی رحلت ہی کا انکار کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۴ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا" جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو (وہ جان لے کہ) بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ خاطر جمع رکھے کہ) اللہ تعالیٰ بے شک زندہ ہے، کبھی نہ مرے گا،، آپؓ کی یہ پرتاثیر گفتگو سن کر حاضرین کو اطمینان ہو گیا اور انہوں نے اس صدمے کی برداشت کا حوصلہ پایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا جسے منافقین نے فتنہ بنانا چاہا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں پہلے انصار اکٹھے ہوئے بعد ازاں مہاجرین بھی پہنچ گئے۔ اب ان دونوں میں اختلاف ہوا۔ قریب تھا کہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کر لے کیونکہ انصار کا اصرار تھا کہ ایک خلیفہ انصار سے ہو اور ایک مہاجرین سے۔ اسی اثناء میں ابوبکرؓ اور عمر وہاں پہنچ گئے۔ ابوبکرؓ نے صورت حال دیکھ کر فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ خلیفہ تو قریش میں سے ہی ہوگا۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا (الائمۃ من قریش) یہ ابوعبیدہ اور عمر ہیں جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔ اس پر عمرؓ اٹھے اور کہا اس وقت سب لوگوں سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ابوبکر ہی ہیں، میں ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہوں۔ اس رائے کو سب نے پسند کیا اور لوگ اسی وقت آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے لپکے۔ اگلے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ نے پہلا خطبہ خلافت دیا جو تاریخ اہمیت کا حامل ہے۔

آپ کی خلافت کا دور سوا دو سال ہے مگر اس مختصر عرصے میں آپ نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بنیاد رکھ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات دنیوی کے آخری ایام میں نوعمر اسامہؓ کی سرکردگی میں مجاہدین کو شام کی طرف لشکر کشی کا حکم دے چکے تھے۔ اب حالات تبدیل ہوئے تو لوگوں نے آپؓ کو مشورہ دیا کہ اندرونی اور بیرونی خطرات درپیش ہیں اس لئے اس لشکر کی روانگی موخر کر دینی چاہئے۔ مگر آپؓ نے جواب دیا کہ جس لشکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوچ کا حکم دے چکے ہیں، ابوبکر کون ہوتا ہے کہ اس کو روک لے؟ اسی طرح کچھ لوگ نبوت کا دعوی لے کر اٹھے۔ آپؓ نے ان کے خلاف سخت

رویہ اختیار کیا اور ان کا قلع قمع کر دیا۔

کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کو جرمانہ قرار دیتے ہوئے اس کی ادائیگی سے انکار کیا۔ آپؓ نے ان کے خلاف بھی کارروائی کا ارادہ کیا۔ بعض صحابہؓ نے مصلحتاً مشورہ دیا کہ یہ کلمہ گو مسلمان ہیں، صرف زکوٰۃ ہی کا تو انکار کر رہے ہیں اس لئے بحالات موجودہ ان کے خلاف سخت رویہ نہیں اپنانا چاہئے۔ حضرت عمرؓ کی بھی یہی رائے تھی مگر ابوبکرؓ قائل نہ ہوئے اور ان کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس سخت رویئے کا اثر یہ ہوا کہ زکوٰۃ روکنے والے خود ہی زکوٰۃ لے کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گئے۔

نبوت کا دعویٰ کرنے والوں اور مرتدین کے خلاف آپؓ نے مسلح کارروائی کی جس کے نتیجہ میں یمامہ کی خونریز جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ میں بہت سے وہ صحابی شہید ہو گئے جو حافظ قرآن تھے۔ حضرت عمرؓ نے صورت حال کی سنگینی کا جائزہ لیتے ہوئے مشورہ دیا کہ قرآن کے عالموں کی اس طرح شہادت کے نتیجہ میں قرآن کے بہت سے اجزاء ائع ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے قرآن مجید کو یکجا کر کے ترتیب کے مطابق جمع کر لینا چاہئے۔ اول اول تو ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر عذر کیا کہ جو کام رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں، مگر حضرت عمرؓ کے صرار پر آپ قائل ہو گئے اور حضرت زید بن ثابتؓ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے کمال حزم واحتیاط کے ساتھ قرآن کے متفرق اجزاء کو یکجا کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں حضرت زید بن ثابت کی سرکردگی میں جمع ہونے والا یہ نسخہ بعد ازاں حضرت عمرؓ کے پاس رہا، جنہوں نے اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور میں اسی نسخہ کی نقول تیار کرائیں اور انہیں عام کیا۔

آپ کے خلافت کے مختصر دور میں عراق اور شام کے خلاف جنگیں لڑی گئیں، جن میں دیگر سپہ سالاروں کے علاوہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے شاندار کارنامے انجام دیئے۔ ان معرکوں میں بھاری مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا۔ عراق اور شام کے علاوہ کئی دوسرے علاقے بھی اسلامی مملکت میں شامل ہو گئے۔

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالے ابھی صرف سوا دو سال ہوئے تھے اور عمر ۶۳ سال تھی کہ دار فانی سے رحلت کا وقت آ گیا۔ صحابہ کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کے بارے میں رائے لی۔ کچھ صاحبان نے ان کی طبیعت کی سختی کا ذکر کیا تو کہا کہ خلافت کی ذمہ داری اس کو خود ہی نرم کر دے گی۔ چنانچہ عمرؓ کے حق میں عہد نامہ خلافت تحریر کرا دیا۔ جب خود مسجد نہ جا سکے تو امامت کی ذمہ داری حضرت عمرؓ کے سپرد کر دی۔ جمادی الاول ۱۳ھ کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ غسل آپ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے دیا۔ آپؓ کی وصیت کے مطابق پرانے کپڑے ہی دھو کر آپؓ کے کفن میں استعمال کئے۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ یار غار تھے۔ اکثر اکٹھے رہتے۔ ایک دوسرے کے گھر اکثر آیا جایا کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ پر بہت اعتماد تھا۔ پوشیدہ سے پوشیدہ بات بھی وہ آپؓ سے کر لیا کرتے۔ سفر ہجرت جو انتہائی رازداری کے ساتھ ہو رہا تھا اس میں خانہ صدیق کے افراد ہی ہم راز تھے، آپؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ آپ کا بیٹا عبداللہ رات کے وقت آ کر حالات سے باخبر کرتا۔ آپؓ کا خادم عامر بن فہیرہ روزانہ دودھ مہیا کرنے کے لئے بکریاں لے کر آتا اور آپ کی بیٹی اسماء (رضی اللہ عنہا) کھانا تیار کر کے بھیجتیں۔

بارگاہ نبوت میں آپ کا تقرب سب سے زیادہ تھا۔ جو بات کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کر سکتا تھا وہ ابوبکر کر لیتے تھے، ایک دفعہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی موجودگی میں عمرو بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو اس بات کو پسند نہ کیا۔ اسی دوران حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو ناراض پایا۔ اس پر وہ باہر چلے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ابوبکرؓ کو دیکھا تو چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر حضرت علیؓ نے جگر گوشہ رسول کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔

مولانا عبداللہ طارق - نظام الدین

اکرام مسلم

تمام اہل ایمان یک جاں چند قالب ہیں

بخاری و مسلم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کیا گیا ہے کہ :

''باہمی محبت و ہمدردی اور ایک دوسری پر مہربانی کرنے میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریکِ حال رہتا ہے۔''

بخاری و مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں پھنسا کر دکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''مومن مومن کے لئے اس طرح دیوار کی مانند ہے ان میں کا ایک، دوسرے کو طاقت بخشتا ہے۔''

جس طرح ایک دیوار کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کے بل پر قائم اور مستحکم ہے اور جب تک وہ دوسری اینٹوں کو چھوڑ نہ دے اسے کوئی ہلا نہیں سکتا، اسی طرح ہر فرد ملت ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے دوسرے فرد ملت سے وابستہ اور اس کے ذریعے مضبوط و مستحکم ہے۔ کپڑا کپڑا ہونے کی حیثیت سے انسان کے جسم کی زینت ہے لیکن اگر اس کے تار تار بکھیر دیے جائیں تو کچے سوت کے ان بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی کیا قیمت ہے؟

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

ایک فارسی شاعر نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ ہم سب روح کے سمندر کی مختلف لہریں ہیں۔ جو کسی ایک لہر کو توڑتا ہے وہ سب لہروں کو توڑ ڈالتا ہے بلکہ وہ خود اپنے آپ کو بھی توڑ ڈالتا ہے۔

پیوستہ است سلسلۂ موجہا بہم
خود را شکست ہر کہ دل ما شکستہ است

آدمی کے ظاہری اسلام کا احترام، باطن اللہ کے حوالے

بسا اوقات شیطانی چال یا فریب نفس سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ میں جو فلاں مسلمان سے نفرت یا عداوت رکھتا ہوں یہ اس کی بددینی اور بدعملی کی وجہ سے ہے، حالانکہ یہ محض فریب نفس ہے۔ کسی کی بدعملی اس کا اپنا فعل ہے۔ اس کی وجہ سے اس سے گھلا ملا رہنا تو درست نہیں لیکن اس سے نفرت کرنے یا دشمنی برتنے کا بھی کسی کو حق نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک انصاری شخص آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ ایک منافق کے قتل کی اجازت حاصل کرنے آئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرگوشی کا جواب بلند آواز سے دیتے ہوئے فرمایا :

''کیا وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟''

''گواہی دیتا ہے اللہ کے رسول! مگر اس کی گواہی کچھ نہیں۔''

''کیا وہ میری نبوت کا اقرار نہیں کرتا ہے؟''

''کرتا ہے اللہ کے رسول! مگر اس کا اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔''

''کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟''

''پڑھتا ہے اللہ کے رسول! مگر اس کی نماز کی کوئی حیثیت نہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اولئک الذین نهاني الله عنهم.

یہی لوگ ہیں جن سے اللہ نے مجھے روکا ہے (ان کی جان و مال پر ہاتھ ڈالنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔)

عبداللہ نامی ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آتے جاتے تھے اور مزاج میں خوش طبعی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر ہنساتے رہتے تھے، سوسائٹی میں

ان کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ کرنے کے یہ سمجھ لیجئے کہ ان کا لقب حمار (گدھا) تھا، شراب کے عادی تھے، کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو کوڑے مارے جا چکے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملنے جلنے میں کبھی کوئی پرہیز نہیں فرمایا۔ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی اور شہد (ادھار خرید کر) پیش کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس تقاضا کرنے والے آتے تو ان کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور عرض کرتے :

''اللہ کے رسول! ان کے سامان کی قیمت چکا دیجئے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کچھ نہ کرتے کہ بس تبسم فرما دیتے ''فما یزید النبی صلی الله ان تبسم'' اور آپ صلی اللہ کسی سے کہہ کر اس کی قیمت چکا دیا کرتے تھے۔ ایک بار جب یہ شراب نوشی کے جرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو کوڑے مارے گئے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ خدا کی لعنت ہو اس پر! کس قدر بار بار (ایک ہی جرم میں پکڑا جاتا ہے اور کوڑے کھاتا ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس کو لعنت نہ بھیجو ''لا تلعنوه فو الله! ما علمت انه یحب الله و رسوله'' میں جہاں تک جانتا ہوں اسے اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ حیاۃ الصحابہ، عربی ۲:۱۴۱ء)

اسی طرح ایک صحابی نعیمان بن عمرو انصاریؓ تھے جو بدر اور احد کے غزوات میں شریک رہ چکے تھے لیکن بشری کمزوریاں کہاں نہیں ہوتیں۔ یہ غریب بھی بہ ایں بلندی مقام، بنت العنب (شراب) کے اسیر دام اور دختر رز کے گرفتار بلا تھے اور کئی بار عدالت نبوی سے سزا پا چکے تھے (رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ) چوتھی یا پانچویں بار جب یہ پیش کئے گئے اور ان کو سزا دی جا رہی تھی تو اس وقت بھی ایک صاحب نے اسی طرح کہا کہ اس پر خدا کی پھٹکار ہو، کس قدر بار بار شراب پیتا ہے اور کس قدر کثرت سے کوڑے کھاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا : ''اسے پھٹکار نہ دو۔ یہ اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔''

اسی طرح ایک اور سزا یافتہ کو لوگوں نے برا بھلا کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''اسے برا نہ کہو اس کے لئے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرو۔ اس کے مقابلے میں شیطان کے مددگار نہ بنو۔''

شیطان کے مددگار بننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تو ہر انسان کا دشمن ہے ہی اور ہر شخص کو کو خدا کی لعنت اور اس کے غیض و غضب کا مستحق بنانا چاہتا ہے تم اس پر لعنت بھیج کر شیطان کے مددگار اور اس کے شریک کار کیوں بنتے ہو؟ تمہیں تو اس سے ہمدردی اور خیر خواہی ہونی چاہئے۔

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو کسی گناہ کا مرتکب ہوا تھا اور لوگ عام دستور کے مطابق اس پر لعن طعن کر رہے تھے۔ حضرت ابوالدرداء نے ان لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ اگر تم اس شخص کو کسی گڑھے میں گرا ہوا پاتے تو اسے نکالتے یا نہیں؟ انہوں نے کہا، ضرور نکالتے! انہوں نے فرمایا کہ ''فلا تسبوا اخاکم'' (اب بھی یہ ایک گڑھے میں ہی گرا ہوا ہے) اس لئے اپنے بھائی کو برا نہ کہو اور اس رب العالمین کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں اس برائی میں مبتلا ہونے سے بچایا ہے۔

ان لوگوں نے کہا، آپ اس شخص سے نفرت نہیں کرتے؟

حضرت ابوالدرداءؓ نے جواب دیا :

''انما ابغض عمله فاذا ترکه فهو اخی'' میں صرف اس کی بدعملی سے نفرت رکھتا ہوں۔ جب وہ اسے چھوڑ دے تو (بدستور) وہ میرا بھائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اپنے حواریوں سے پوچھا کہ بتاؤ اگر تمہارا بھائی سویا ہوا ہو اور ہوا سے اس کا کپڑا کھل جائے اور وہ ننگا ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسے ڈھک دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، نہیں! تم تو اسے اور کھول دیتے ہو! انہوں نے عرض کیا: سبحان اللہ! ایسا کون کر سکتا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا : (تم ایسا اکثر کرتے رہتے ہو) تم اپنے بھائی کے متعلق ایک بات سنتے ہو اور اسے بڑھا چڑھا

کر لوگوں میں کہتے پھرتے ہو (یہ اسے دنیا کے سامنے ننگا کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟)

کسی صاحب ایمان کو حقیر نہ سمجھو

ایک مسلمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی صاحب ایمان کی حقارت وبے وقعتی اپنے دل میں ہرگز نہ لائے، نہ اس کی دینی کمزوری کو دیکھ کر نہ اس کی دنیوی بدحالی کو بھانپ کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اپنی پاکیزگی تم خود نہ بیان کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون پارسا ہے۔" (نجم۔۳۲)

اتنا نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

"اور اگر اللہ کا قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: فضل اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتو کبھی تم میں سے کوئی ایک بھی ہرگز (معصیتوں سے) پاک نہ رہ سکے بس اللہ ہی ہے جو جس کو چاہتا ہے پاک رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔" (النور۔۲۱)

ان آیتوں کا شانِ نزول اور موقع بیان آپ دیکھیں تو اس ہدایت ربانی کی وسعت اور اس حکم کی شدت تاکید کا مزید اندازہ ہوگا۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ پر جب تہمت لگی اور منافقین نے اس خود تراشیدہ افسانے کو پھیلانے میں دلچسپی لی تو بعض سادہ لوح مسلمان بھی افواہوں کی اس گرم بازاری کا شکار ہوگئے جن میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عزیز اور آپ کے پروردہ حضرت مسطحؓ بھی شامل تھے جن کے مصارف کا بار حضرت صدیق اکبرؓ ہی اٹھایا کرتے تھے۔ سیدالمرسلین کی چہیتی حرم محترم اور اپنی بیٹی کا معاملہ تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج وملال کا بھی شدید احساس تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ پر جتنا بھی اثر ہوتا، کم تھا۔ جب قرآن مجید میں حضرت عائشہؓ کی برأت نازل ہوگئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھالی کہ اب ان لوگوں کے ساتھ کبھی ہمدردی اور احسان وسلوک نہ کریں گے جنہوں نے اس معاملے کو بڑھایا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ جو اس فتنے میں یا اس کے علاوہ کسی بھی برائی میں مبتلا ہونے سے بچتا ہے کچھ اپنے کمال سے نہیں، یہ ہمارا ہی کرم ہوتا ہے کہ اسے محفوظ رکھتے ہیں اس لئے!

"اور قسم نہ کھائیں اہل فضل اور گنجائش والے لوگ قرابت داروں، محتاجوں اور مہاجرین کو راہ خدا میں دینے سے اور چاہئے کہ انہیں معاف کردیں اور درگزر کردیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے؟ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔" (النور۔۲۲)

غور کیجئے کہ کیسی سنگین غلطی ہے کہ ایک پاک دامن عفیفہ مومنہ پر جو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات اور اس رشتے سے سارے اہل ایمان کی ماں ہے، اس پر تہمت لگانے کا معاملہ ہے جس سے خود ان کو تکلیف ہے۔ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سخت غم زدہ، اہل ایمان کی اکثریت فکر مند اور بے چین ہے۔ صدیق اکبرؓ اور ان کا سارا گھرانہ شرمندگی، رنج وغم اور سخت بے یقینی کی کیفیت میں ہے کہ نامعلوم انجام کیا ہوتا ہے اور چند لوگ ہیں جو اس افواہ کو پھیلا کر لطف اٹھا رہے ہیں:

"وہ بھی کتنا سنگین وقت تھا جب کہ تم اس بہتان محض کو اپنی زبانوں سے ایک دوسرے کی طرف منتقل کررہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا ثبوت تمہارے پاس قطعا نہ تھا۔ تم لوگ اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے جب کہ وہ اللہ کی نظر میں بڑی سخت بات ہے۔" (النور۔۱۵)

اتنی سنگین بات پر حضرت صدیق اکبرؓ اور بعض دیگر حضرات نے ناراض ہوکر ایک فیصلہ کرلیا ہے ت ایسے لوگوں کی سفارش رب العالمین نے فرمائی کی ان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے سے ہاتھ نہ روکو اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیاں شمار کرلیں کہ وہ اہل قرابت ہیں، مسکین ہیں اور مہاجرین ہیں اور آخر میں یہ تک فرمادیا کہ تم انہیں معاف کردو اور درگزر کردو۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف کردے؟ چنانچہ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے نہ صرف اپنا فیصلہ واپس لے لیا بلکہ حضرت مسطحؓ کی مدد پہلے سے دوگنی کردی۔

ایک دوسری جگہ مسلمانوں کو ان کے رہن سہن کے طور وطریق اور آداب معاشرت سمجھاتے ہوئے ارشاد ہوا:

"اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو! نہ تمہارے مردوں کو مردوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اڑانا چاہیے کہ کیا خبر ہے جن پر ہنسا جارہا ہے وہ ان ہنسنے والوں سے (اللہ کی نظر میں) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اڑانا چاہئے کیا خبر ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے کو طعنے دیا کرو، نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کیا کرو، ایمان (لے آنے) کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے اور جو (ان ہدایات کے بعد بھی) ان (حرکتوں) سے باز نہ آئے گا تو وہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔" (الحجرات۔۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں تکبر اور اپنی بڑائی کا ایک ذرہ بھی ہوگا وہ جنت میں نہ جاسکے گا تو ایک شخص نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال وزیبائش ہی اسے پسند ہے (یہ تکبر نہیں ہے) تکبر نام ہے بطر الحق وغمط الناس کا کہ آدمی حق وانصاف کی بات کو ٹھکرادے اور لوگوں کو ذلیل وحقیر سمجھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب خود پسندی اور تکبر میں دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے انہیں برا کہتا ہے تو خود کو ہلاک کرتا ہے۔ لانہ لایدری سرائر اللہ فی خلقہ (اس لیے کہ اللہ کی مخلوق میں اللہ کے جو پوشیدہ راز ہیں وہ انہیں نہیں جانتا اور اپنی جہالت و نادانی میں خود کو دوسروں سے فائق وبرتر سمجھ بیٹھتا ہے)۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف کررہے تھے آپ نے کعبے کو مخاطب کرکے فرمایا (اے کعبۃ اللہ) کیسا پیارا ہے تو اور کیسی پاکیزہ ہے تیری خوشبو اور کس قدر باعظمت ہے تو اور کس قدر بلند ہے تیرا مرتبہ (لیکن) اس ذات بزرگ کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مومن کا مرتبہ اللہ کی نظر میں تیرے مرتبے سے بھی زیادہ بلند ہے اس کے مال کا بھی اور اس کے خون کا بھی اور یہ بھی اس کا حق ہیکہ اس کے متعلق ہم اچھا ہی گمان رکھیں (لحرمة المومن عنداللہ اعظم من حرمتك ماله ودمه وان نظن به خیرا) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ اور حجر اسود دونوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

واللہ! المسلم اعظم حقا منکما (اللہ رب العزت کی قسم! مومن کا حق تم دونوں کے حق سے بڑھ کر ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ نے درخواست کی کہ حضور! کچھ نصیحت فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اہم نصیحتیں ارشاد فرمائیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ:

"تم اپنے بارے میں جو کچھ جانتے ہو وہ تمہیں دوسروں (کی عیب جوئی) سے باز رکھنے کے لیے کافی ہونا چاہئے۔ تم لوگ دوسروں کی ان باتوں پر ناراض ہوتے ہو جن کا ارتکاب تم خود بھی کرتے ہو۔ تمہارے عیب دار ہونے کے لیے بس اتنی بات کافی ہے کہ تم دوسرے لوگوں کے بارے میں وہ کچھ جانو جو اپنے بارے میں نہیں جانتے حالانکہ وہ سب کچھ خود تمہارے اندر بھی موجود ہے"۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جسے اپنے عیوب سے باخبر ہونا دوسروں کے عیب دیکھنے سے روک دے"۔

صحیح مسلم میں بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"۔

عہد فاروقی میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس ان کی گورنری کے زمانے میں کچھ لوگ پہنچے جن میں کچھ عرب تھے اور کچھ عجمی نژادہ لوگ تھے جو پہلے غلام رہ چکے تھے لیکن سبھی اہل ایمان تھے حضرت ابوموسیٰؓ نے عربوں کے ساتھ تو دادودہش کا معاملہ کیا دوسروں کے ساتھ نہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰؓ اشعریؓ کو خط لکھا جس میں بازپرس کی تھی کہ

الاسویت بینھم (آپ نے ان لوگوں کے درمیان برابری کا معاملہ کیوں نہ کیا؟) اور پھر یہی مذکورہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کی کہ "آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب ورفقا کے حج کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے قافلے کے میدان عرفات سے روانہ ہو رہے ہیں۔ حضرت اسامہؓ کے انتظار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا تاخیر فرمائی (عمائدین) اہل یمن ساتھ تھے ان کو انتظار شاق گزرر ہا تھا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک پھڈی ناک والا سیاہ فام غلام چلا آ رہا ہے (رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ) اہل یمن نے کہا: اونہہ! یہ ہے وہ جس کی وجہ سے ہم سب گھرے ہوئے تھے؟

حضرت عروہ فرمایا کرتے تھے کہ فلذلک کفر اہل الیمن من اجل ذا (یہی ایک جملہ تھا جس کی پاداش میں اہل یمن کافر ہوئے تھے) اس قصے کے راوی مشہور سیرت نگار و محدث امام ابن سعدؒ نے اپنے شیخ یزید بن ہارونؒ سے جب یہ بات سنی تو پوچھا کہ حضرت عروہؒ کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے کہا: (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد) حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں جب ارتداد کی لہر اٹھی تو اس وقت بعض دیگر نو مسلم عرب قبائل کی طرح بہت سے اہل یمن بھی جو مرتد ہوئے تھے وہ اسی جملے اور حضرت اسامہؓ کی تحقیر و استخفاف کی سزا تھی۔

علامہ عبدالرؤف المناویؒ نے لکھا ہے کہ بعض عارفین یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی کو بھی حقیر نہ سمجھو، جب اللہ تعالی نے اس کو اپنی تخلیق کے وقت حقیر نہیں سمجھا اور اپنی عنایت و توجہ اس پر مبذول فرمائی اور اس کو عدم سے وجود بخشا تو تم کون ہوتے ہو کہ اس کو حقیر گردانو! اس کی تحقیر اس کے پیدا کرنے والے کی تحقیر ہے کہ اللہ میاں بھی کیا بنانے بیٹھے تھے؟ (نعوذ باللہ) اور یہ اکبر الکبائر ہے۔

زاہد غرور داشت سلامت نہ بردراہ

رند از رہ نیاز بدار اسلام رفت

ترجمہ: زاہد نے اپنے غرور و پندار کے باعث اپنی راہ کھوٹی کرلی اور رند باد اپنے احساس ندامت اور عاجزی کے طفیل جنت کا حقدار ہوگیا۔

اللہ کے بندوں کی عجیب و غریب کیفیات ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ ظاہری وضع و ہیئت سے بالکل بے حیثیت اور معمولی ہوتے ہیں مگر اللہ کی نظر میں وہ بہت بلند مقام ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ بہت سے لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے، پھٹے پرانے کپڑوں والے، عام لوگوں کی نگاہ میں بے حیثیت ہوتے ہیں مگر اللہ کے یہاں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ اگر (کسی بات پر) اللہ کو قسم دے دیں تو اللہ ضرور ان کی بات پوری فرمائے۔

اے بسا سگ پوست کورا نام نیست

لیک اندر پردہ بے آں جام نیست

حاکم اور ابو نعیم کی روایتوں میں اس ارشاد نبوی کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منھم البراء بن مالک (ایسے ہی لوگوں میں سے ایک براء بن مالکؓ بھی ہیں)

ایک بار تستر کے محاذ پر جنگ جاری تھی اور فتح میں بہت دیر لگ رہی تھی۔ مجاہدین میں حضرت براء بن مالکؓ بھی شامل تھے، لوگوں نے اسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنے رب کو قسم دے کر فتح کی دعاء کیجئے۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی "پروردگار! ہمیں ان کے مقابلے میں فتح دے اور مجھے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے۔" چنانچہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگئی اور اسی جنگ میں حضرت براء بن مالکؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ بصرے میں ایک بار آگ لگی اور بہت سی جھونپڑیاں جل گی تھیں مگر ایک جھونپڑی بالکل صحیح سلامت رہی جب کہ اس کے دائیں کی سب جھونپڑیاں جل گئیں تھیں۔

لوگوں نے اس کے مالک سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالی کو قسم دے دی تھی کہ میری جھونپڑی نہ جلے۔

خاک ہوں پر تونیا ہوں چشم مہرو ماہ کا

آنکھ والا رتبہ سمجھے مجھ غبار راہ کا

(راسخ عظیم آبادی)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

"جس نے یقین کے ساتھ اپنے بارے میں یہ رائے قائم کرلی کہ وہ اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک سے بھی بہتر ہے تو اس نے اپنی حماقت سے اپنے تمام اعمال ضائع کردیے"۔

ایک جگہ وہ فرماتے ہیں:

"اصولی بات یہ ہے کہ کسی زندہ اور مردہ کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھو ورنہ تم خود کو ہلاک و برباد کرلو گے۔ تمہیں کیا خبر کہ وہ تم سے بہتر ہو وہ خواہ فاسق و بدعمل ہی کیوں نہ ہو (اصل اعتبار تو آخر وقت کا ہے) کیا خبر ہے (خدانخواستہ) تمہارا خاتمہ اسی جیسے عمل پر ہو اور اس (بدعمل شخص) کا خاتمہ نیکی اور اچھی حالت پر ہو جائے"۔

معصیت سے نفرت کرنا اور ان کی بد عملی کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھنا نفس کا بڑا دھوکا اور شیطان کی خطرناک چال ہے یہ دراصل اپنی نیکی کا گھمنڈ ہے جو دوسرے کی برائی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بدعمل لوگوں سے نفرت اور دشمنی کا اظہار نہ کرو اس سے بات بڑھے گی اور وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے (ان کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے) تمہارا دین اور (ان کی تمہارے اوپر زیادتیوں کے نتیجے میں) تمہاری دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے اور (تم سے دشمنی کر کے) ان کا دین برباد ہو جائے گا۔ اس کے بجائے یہ کرو کہ جب تم کسی شخص میں کوئی برائی دیکھو تو اس کی بدعملی سے تو نفرت کرو لیکن خود ان لوگوں پر رحمت و شفقت اور ہمدردی کی نظر ڈالو کہ یہ غریب اپنی کوتاہیوں کے سبب اللہ کے غیظ و غضب کا نشانہ بن رہے ہیں اور جہنم کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

بلکہ بعض سلف کا کہنا تو یہ ہے کہ دوسروں کو گناہوں میں مبتلا دیکھو تو خود کو بھی اس جرم سے بری نہ سمجھو اور خود اپنا یہ محاسبہ کرو کہ اس کے اندر خیر پیدا کرنے اور اس کی برائی چھڑانے کے لیے میں نے کیا کوشش کی ہے؟ اور اس بدعمل آدمی پر وہ نظر ڈالو جو ایک شفیق ماں اپنے ایک سالہ معصوم بچے پر ڈالتی ہے۔ جس نے اپنی ہی غلاظت میں اپنے تمام ہاتھ پیر بھر لیے ہوں کہ اس گندگی سے تمام تر نفرت کے باوجود اس بچے سے ذرا برابر بھی نفرت نہیں ہوتی، یا اس بیش قیمت ہیرے کی طرح سمجھو جو نالی میں گر گیا ہو، مومن بھی اپنی معصیتوں کی غلاظت میں لتھڑا ہوا ایک ایسا ہی پیارا بچہ اور گندگی میں پڑا ہوا ایک قیمتی ہیرا ہے، یہ ہمارے غیظ و غضب اور نفرت کا نہیں ہمدردی و محبت کا حقدار ہے۔

"پہلے تم سب بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالی نے تمہارے اوپر احسان فرمایا"۔ (سورہ نساء۔۹۴)

اعلان ملکیت

فارم نمبر ۴ کے تحت

ضابطہ نمبر ۸

مقام اشاعت : ۲/۵۴، ۱۷ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔۱۸

وقفہ اشاعت : ماہنامہ

پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر : محمد حمزہ حسنی

ملکیت : مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن

قومیت : ہندوستانی

پتہ : ۲/۵۴، ۱۷ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔۱۸

میں محمد حمزہ حسنی اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میری سمجھ کے مطابق درست ہیں۔

دستخط

محمد حمزہ حسنی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

سلطان صلاح الدین ایوبی

صلاح الدین ایوبی کی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معجزہ اور اسلامی کی صداقت اور ہدایت کی روشن دلیل ہے۔

ایک متوسط درجے کے کرد شریف زادے اور خاندانی سپاہی کی حیثیت سے ان کا نشو ونما ہوا، مصر کی فتح اور صلیبیوں کے مقابلے میں میدان میں آنے سے پہلے کوئی اندازہ نہیں کرسکتا تھا یہ کرد نوجوان بیت المقدس کا فاتح اور عالم اسلام کا محافظ ثابت ہوگا۔ اس کی قسمت میں وہ سعادت لکھی ہے، جو بڑے بڑے عالی نسب شرفاء اور صلحا کے لئے قابل رشک ہے اور تاریخ میں وہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے گا جس سے روح مبارک تک کو شادمانی حاصل ہوگی۔

لین پول لکھتا ہے کہ بجائے اس کے کہ صلاح الدین سے کوئی علامت ایسی ظاہر ہوتی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ آئندہ کوئی بڑا آدمی ہونے والا ہے، وہ ایک روشن مثال اس خاموش اور پرامن نیکی کی بنا رہا جو شریف طبیعتوں کو تمام اخلاقی کمزوریوں سے دور رکھتی ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کو ان سے کام لینا منظور ہوا تو اس کا غیبی سامان کیا گیا۔ ان کو ان کے ولی نعمت نورالدین نے سخت اصرار وحکم سے مصر بھیجا۔ قاضی بہاء الدین ابن شداد سلطان کے معتمد خاص لکھتے ہیں کہ ''سلطان نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں بڑی ناگواری اور مجبوری سے مصر آیا، میرا مصر آنا بالکل میری مرضی سے نہیں ہوا۔ میرا معاملہ بالکل وہی ہے جس کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا۔ "وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم."

زندگی میں تبدیلی

مصر پہنچ کر جب صلاح الدین کے لئے میدان بالکل صاف ہوگیا اور مصر کی زمام مملکت ان کے ہاتھ میں آگئی تو ان کی زندگی یکسر بدل گئی یہ خیال دل میں جم گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی بڑا کام لینا ہے اور اس کام کے ساتھ عیش وراحت کا کوئی جوڑ نہیں۔

قاضی بہاء الدین ابن شداد لکھتے ہیں کہ ''حکومت (مصر) کی باگ ڈور ہاتھ میں آجانے کے بعد دنیا ان کی نظر میں ہیچ ہوگئی، شکر گزاری کا جذبہ ان کے دل میں موجزن ہوا، گناہوں سے توبہ کی، عیش وتفریحات سے منہ موڑ لیا اور ایک سنجیدہ اور جفاکش زندگی اختیار کی اور اس میں روز بہ روز ترقی ہوتی گئی۔ لین پول بھی یہی لکھتا ہے۔

اب جہاں تک صلاح الدین کا اپنی ذات سے تعلق تھا، اس نے اپنی زندگی کے قواعد سخت کردیئے۔ متقی اور پرہیزگار تو وہ ہمیشہ کا تھا، مگر اب ان میں اور سختی اختیار کی۔ دنیا کے عیش وآرام اور لذتوں کا خیال بالکل ترک کردیا اور اپنے عمال پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں اور اپنے ساتھیوں کے حق میں خود ایک مثال بنا اس نے اپنی تمام بلیغ کوششیں اس بات میں صرف کیں کہ ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم کرے جس میں کفار کو ملک سے خارج کرنے کی پوری طاقت ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر اس نے کہا: ''جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں سمجھا کہ فلسطین بھی مجھے اللہ کو دینا منظور ہے۔''

اس وقت سے صلاح الدین کی زندگی کا مقصد آخر عمر تک اسلام کی نصرت اور حمایت رہا اور اس نے عہد کرلیا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرے گا۔

جہاد کا عشق

سلطان کو جہاد سے عشق تھا۔ جہاد اس کی سب سے بڑی عبادت سب سے بڑی لذت عیش اور اس کی روح کی غذا تھی۔

قاضی ابن شداد کہتے ہیں:

''جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ وریشے میں سما گیا تھا اور ان کے قلب ودماغ پر چھا گیا تھا۔ یہی ان کا موضوع گفتگو تھا۔ اسی کا ساز وسامان تیار کرتے رہتے تھے اور اس کے اسباب و

وسائل پر غور کرتے۔

اسی مطلب کے آدمیوں کو ان کی تلاش رہتی، اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترقی دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے، اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد اور اہل خاندان اور وطن ومسکن اور تمام ملک کو خیرباد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمے کی زندگی پر قناعت کی جس کو ہوائیں ہلاسکتی تھیں۔ کسی شخص کو اگر ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا (اور اسی طرح ان کی نظر میں وقعت حاصل کرلیتا۔) قسم کھائی جاسکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد واعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔''

سلطان کی اس عاشقانہ کیفیت اور دردمندی کی تصویر ابن شداد نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

''میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غم زدہ ماں کی سی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بچے کا داغ اٹھایا ہے وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے۔ خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے "یاللا سلام" اسلام کی مدد کرو۔

آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے عکا کے معرکے میں ان کی کیفیت یہ تھی:

''سارے دن سلطان نے ایک دانہ منہ میں نہیں رکھا، صرف طبیب کے مشورے اور اصرار سے ایک مشروب کا استعمال کیا۔ شاہی طبیب نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ جمعے سے اتوار تک سلطان نے صرف چند لقمے کھائے، ان کی طبیعت میدان جنگ کے سوا کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں تھی۔''

حطین کی فیصلہ کن جنگ

آخر مختلف جنگی کارروائیوں اور مقابلوں کے بعد وہ معرکہ پیش آیا جو تاریخ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے اور جس نے فلسطین کی مسیحی سلطنت کا خاتمہ اور صلیبیوں کی قسمت کا فیصلہ کردیا، یہ حطین کی جنگ تھی، جو سنیچر کے دن ۲۴ ربیع الآخر سنہ ۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء کو پیش آئی اور جس میں مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

لین پول اس میدان جنگ کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:

مسیحی لشکر کے چیدہ اور منتخب جواں مرد قید کرلئے گئے۔ گائی بادشاہ یروشلم اور اس کا بھائی جاٹیلون (حنین) کا ریجی نالڈ تینگن کا ہمفری طبقات وادیہ اور سیطار کے دونوں مقدم اور بڑے بڑے عیسائی شرفاء گرفتار کرلئے گئے، باقی فلسطین کے تمام عیسائی بہادر اور شہسوار مسلمانوں کے پہرے میں تھے۔ مسیحی لشکر کے معمولی سپاہی پیدل اور سوار جو زندہ بچے تھے، سب مسلمانوں کے اسیر ہوگئے تھے۔ ایک ایک مسلمان سپاہی تیس تیس عیسائیوں کو جنہیں خود اس نے گرفتار کیا تھا، خیمے کی رسی میں باندھ لے جاتا دیکھا گیا۔ ٹوٹی ہوئی صلیبوں اور کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں میں مردوں کے ڈھیر اس طرح لگے تھے، جیسے پتھر پر پتھر پڑے ہوں اور کٹے ہوئے سر زمین پر اس طرح بکھرے پڑے تھے جیسے خربوزوں کے کھیت میں خربوزے پڑے نظر آئیں۔ مدتوں تک جنگ کا یہ میدان جس میں یہ خونی لڑائی ہوئی تھی اور جہاں بیان کیا جاتا تھا کہ تیس ہزار آدمی مارے گئے تھے، مشہور رہا۔ ایک سال کے بعد سفید سفید ہڈیوں کے تودے اور ڈھیر دور سے لوگوں کو نظر آتے تھے اور جانوروں کے کھانے کی بعد جو ٹکڑے لاشوں کے بچے تھے وہ بھی میدان میں جابہ جا پڑے دکھائی دیتے تھے۔

سلطان کی دینی حمیت

اس فتح کے ساتھ یہ واقعہ بھی تاریخ میں یادگار رہے گا جس سے سلطان کی دینی حمیت اور اس کی قوت ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مناسب ہے کہ یہ واقعہ بھی ہم انگریز مورخ کی زبان سے سنیں:

سلطان صلاح الدین نے اپنا خیمہ لڑائی کے میدان میں نصب کرایا۔ جب خیمہ نصب ہوگیا تو حکم دیا کہ قیدی سامنے حاضر کئے جائیں۔ بادشاہ گائی اور ریجی جاٹیلون (حنین) دونوں اندر لائے گئے۔ سلطان نے بادشاہ یروشلم کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور اسے پیاسا دیکھ کر برف میں سرد کئے ہوئے پانی کا کٹورا دیا۔ گائی نے پانی پیا اور پانی کا کٹورا ریجی نالڈ کو دیا۔ سلطان یہ دیکھ کر خاموش رہا اور ترجمان سے کہا کہ بادشاہ سے کہو کہ میں نے اس شخص کو پانی نہیں دیا ہے،

بادشاہ گائی نے دبا ہے، روٹی اور نمک جسے دیتے ہیں، وہ محفوظ سمجھا جاتا ہے مگر یہ آدمی اس قسم کی حفاظت میں بھی میری انتقام سے نہیں بچ سکتا۔ صلاح الدین اتنا کہہ کر کھڑا ہوا اور ریجی نالڈ کے سامنے آیا۔ ریجی نالڈ جب سے خیمے میں داخل ہوا تھا، برابر کھڑا رہا تھا۔ سلطان نے اس سے کہا، سن! میں نے تجھے قتل کرنے کی قسم دو مرتبہ کھائی تھی۔ ایک مرتبہ تو اس وقت جب کہ تو نے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں پر حملہ کرنا چاہا تھا، دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ تو نے دھوکے اور دغا بازی سے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کیا تھا۔ دیکھ میں اب تیری بے ادبی اور توہین کا انتقام لیتا ہوں۔ اتنا کہہ کر صلاح الدین نے تلوار نکالی اور جیسا کہ عہد کیا تھا، ریجی نالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ جو کچھ رمق باقی تھی اسے پہرے والوں نے آ کر ختم کیا۔

بادشاہ گائی اس قتل کو دیکھ کر لرز گیا اور سمجھا کہ اب اس کی باری آئے گی، صلاح الدین نے اس کو مطمئن کیا اور کہا کہ بادشاہوں کا دستور نہیں کہ وہ بادشاہ کو قتل کریں۔ اس شخص نے بار بار عہد شکنیاں کی تھیں، اب جو کچھ گزر گیا گزر گیا۔

ابن شداد نے لکھا ہے کہ سلطان نے ریجی نالڈ کو طلب کیا اور کہا کہ "ھا انا انتصر لمحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام" (لو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں۔) ابن شداد نے یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان نے اس کو اسلام کی دعوت دی، مگر اس نے قبول نہیں کی۔

فتح بیت المقدس

حطین کی فتح کے بعد وہ مبارک موقع جلد آ گیا، جس کی سلطان کو بے حد آرزو تھی، یعنی بیت المقدس کی فتح قاضی ابن شداد نے لکھا ہے:

"سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر تھی اور اس کے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ اس کے متحمل نہیں تھے۔"

رجب کے مہینے میں یہ پہلا قبلہ اسلام کی تولیت میں آیا۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ سلطان کے داخلے کی تاریخ بھی وہی تھی جس تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تھی۔

قاضی بن شداد لکھتے ہیں:

"یہ عظیم الشان فتح تھی۔ اس مبارک موقع پر اہل علم کی بہت بڑی جماعت اور اہل حرفہ اور اہل طرق کی کثیر تعداد جمع تھی، اس لئے کہ لوگوں کو جب ساحلی مقامات کی فتح اور سلطان کے ارادے کی اطلاع ملی تو مصر وشام سے علماء نے بیت المقدس کا رخ کیا اور کوئی روشناس اور معروف آدمی پیچھے نہیں رہا۔ ہر طرف دعا وتہلیل وتکبیر کا شور بلند تھا۔ بیت المقدس میں ۹۰ برس کے بعد جمعے کے نماز ہوئی۔ قبلہ صحرہ پر جو صلیب نصب تھی وہ اتار دی گئی۔ ایک عجیب منظر تھا اور اسلام کی فتح مندی اور اللہ تعالیٰ کی مدد کھلی آنکھوں نظر آ رہی تھی۔"

نور الدین زنگی مرحوم نے بیت المقدس کے لئے بڑے اہتمام اور بڑے خرچ سے منبر بنوایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بیت المقدس واپس دلائے گا تو یہ منبر نصب کیا جائے گا۔ صلاح الدین نے حلب سے وہ منبر طلب کیا اور اس کو مسجد اقصیٰ میں نصب کیا۔

اسلامی اخلاق کا مظاہرہ

صلاح الدین نے اس موقع پر جس عالی ظرفی دریا دلی اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا، وہ عیسائی مورخ کی زبان سے سننے کے قابل ہے:

"صلاح الدین نے کبھی پہلے اپنے کو ایسا عالی ظرف اور باہمت نائٹ ثابت نہیں کیا تھا، جیسا کہ اس موقع پر کیا۔ جب یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا جا رہا تھا، اس کی سپاہ اور معزز افسران ذمہ دار نے جو اس کے تحت تھے، شہر کے گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا۔ یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی ظلم وزیادتی کو روکتے تھے اور اس کا نتیجہ تھا کہ کوئی واقعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچی ہو، پیش نہ آیا۔ شہر کے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا کہ ہر شہر والے کو جو زرِ فدیہ ادا کر چکا ہے، باہر جانے دے۔"

پھر سلطان کے بھائی العادل اور بطریق اور بالیان کے ہزار ہزار غلام آزاد کرنے کے تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"اب صلاح الدین نے اسیروں سے کہا کہ میرے بھائی نے اپنی طرف سے اور بالیان اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرات کی، اب میں اپنی طرف سے بھی خیرات کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کر دیں کہ تمام بوڑھے آدمی جن کے پاس زرفدیہ ادا کرنے کو نہیں ہے، آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں اور یہ سب نکلنے شروع ہوئے اور سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ان کی صفیں شہر سے نکلتی رہیں۔ یہ خیر وخیرات تھی، جو صلاح الدین نے بے شمار مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کی۔

غرض اس طرح سلطان صلاح الدین نے اس مغلوب ومفتوح شہر پر اپنا احسان وکرم کیا، جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو شروع کے صلیبیوں نے سنہ ۱۰۹۹ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھیں۔ جب گوڈ جرے اور تنکیر ڈیروشلم کے کوچہ وبازار میں سے گزرے تھے تو وہاں مردے پڑے اور جان بہ لب زخمی لوٹتے تھے جب کہ بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو ان صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا اور زندہ آدمیوں کو جلایا تھا، جہاں قدس کی چھتوں اور برجوں پر جو مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے، وہیں ان صلیبیوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھید کر گرایا تھا اور جہاں ان کے اس قتل عام نے مسیحی دنیا کی عزت کو بٹا لگایا تھا، جب کہ اس مقدس شہر کو ظلم وبدنامی کے رنگ میں انہوں نے رنگا تھا، جہاں رحم ومحبت کا واعظ جناب مسیح نے سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ خیر وبرکت والے ہیں، وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں ان پر خدا کی برکتیں نازل رہتی ہیں۔

جس وقت یہ عیسائی اس پاک ومقدس شہر کو مسلمانوں کا خون کر کے اس کو مذبح بنا رہے تھے، اس وقت وہ ان کے کلام کو بھول گئے تھے اور ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم وکرم ہو رہا تھا۔

صفاتِ خداوندی میں سب سے بڑھ کر صفت رحم ہے، رحم عدل کا تاج اور اس کا جلال ہے، جہاں عدل اپنے اختیار اور استحقاق سے کسی کو جان سے مار سکتا ہے رحم جان بچا سکتا ہے۔

اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کی بازیاب کیا تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت اور شہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا۔"

صلیبی سیلاب

بیت المقدس کی فتح اور حطین کی ذلت آمیز شکست سے یورپ میں غیظ وغضب کی آگ پھر بھڑک اٹھی اور سارا یورپ شام کے چھوٹے سے ملک پر ابل پڑا، جس میں یورپ کے تقریباً تمام مشہور جنگ آزما اور مشہور بادشاہ اور سپہ سالار تھے، قیصر، فریڈرک، رچرڈ شیر دل، شاہان انگلستان، فرانس، آسٹریا، برگنڈی، فلانڈرز کے ڈیوک اور نائٹ اپنی آہن پوش فوجوں کے ساتھ امنڈ آئے، ان سب کے مقابلے میں تنہا سلطان صلاح الدین تھا اور اس کے اعزہ اور چند حلیف جو پورے عالم اسلام کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے۔

صلح اور سلطان کے کام کی تکمیل

آخر پانچ برس کی مسلسل خون ریز وخون آشام جنگوں کے بعد سنہ ۱۱۹۲ء میں رملہ پر دونوں حریفوں میں جو تھک کر چور ہو گئے تھے، صلح ہوئی، بیت المقدس اور مسلمانوں کے مفتوحہ شہر اور قلعے بدستور ان کے قبضے میں رہے، ساحل پر عکہ کی مختصر سی ریاست عیسائیوں کے قبضے میں تھی اور سارا ملک سلطان صلاح الدین کے زیر نگیں تھا، صلاح الدین نے جو خدمت اپنے ذمے لی تھی اور صحیح تر الفاظ میں جو کام اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا تھا، اس کے ہاتھوں مکمل ہوا۔ عیسائی مورخ اس کی کامیابی اور جنگ صلیبی کے نامبارک سلسلے کے اختتام کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

"جنگ مقدس خاتمے کو پہنچی، خود ان میں اور بہت سے لوگ ایسے تھے کہ اگر ان کے امکان میں ہوتا تو وہ سلطان پر اپنی جان قربان کر سکیں اور اس کی طرف سے فدیہ ہو جائیں تو وہ اس کے لئے تیار تھے۔"

قاضی ابن شداد لکھتے ہیں کہ سلطان نے اپنے ترکے میں صرف ایک دینار اور ۴۷

(بقیہ صفحہ......۲۹......پر)

حضرت مولانا محمد خالد

نحوست کا اسلامی تصور

نحوست کا اسلامی تصور

اقوام عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے اور ان کی معاشرتی خصوصیات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نحوست کا مسئلہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، ہر قوم نے شگون وبدشگونی کے کچھ اصول وقواعد اور علامتیں متعین کرلی ہیں اور اپنے ذاتی اور اجتماعی امور میں اکثر وبیشتر ان امور کی رعایت کی ہے، خوشی کے مواقع میں اس کا اہتمام اور بھی کیا جاتا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں کروڑوں دیوتاؤں کی آبادی ہے، بلکہ آبادی کے تناسب سے اب تو اس میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا، سعد ونحس کا مسئلہ اور زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

ہندوؤں کا عمل

برادرانِ وطن جو کام بھی کرتے ہیں اس میں پنڈتوں، آچاریوں، اور کاہنوں سے رجوع کرتے ہیں اور ضروری معلومات حاصل کرکے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کامیابی وکامرانی اسی میں تصور کرتے ہیں، بارہا ایسا ہوا ہے کہ پنڈت نے شادی کے لئے ڈیڑھ بجے رات کا وقت مقرر کیا تو ٹھیک اسی وقت شادی کی گئی اور اس کے پہلے بارات گاؤں کے باہر پڑی رہی کیونکہ اس کے پہلے دولہا کیلئے مبارک گھڑی نہیں آئی تھی لیکن اس کے باوجود خلافِ توقع باتیں پیش آتی رہتی ہیں، جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ یہ اوقات، دن اور تاریخ بالذات ہرگز مؤثر نہیں بلکہ اصل مؤثر دوسری ذات ہے اور وہی رب کائنات ہے۔

مسلمانوں میں اس کے اثرات

ہندوؤں کے اثرات رفتہ رفتہ مسلمانوں میں سرایت کرتے گئے، لہٰذا سعد ونحس کا تصور مسلم معاشرے میں بھی آگیا اور عموماً شادی بیاہ، رخصتی اور سفر وغیرہ کرنے میں بعض جگہوں پر اس کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے۔ لیکن دینی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ ساری باتیں جاہلیت کی دین ہیں، ایام جاہلیت میں اس قسم کی باتیں بہ کثرت معاشرے میں موجود تھیں، چنانچہ اہل مکہ ماہِ شوال میں شادی بیاہ اور رخصتی وغیرہ نہیں کرتے تھے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی مہینے میں شادی کی اور رخصتی بھی آپ کی اسی مہینے میں ہوئی۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ”میری شادی بھی شوال میں ہوئی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی اگر یہ منحوس ہے تو مجھ سے زیادہ بانصیب عورت کون ہے، ازدواجی زندگی مجھ سے زیادہ کس کی کامیاب ہوئی، اسی طرح اہل عرب پرندے وغیرہ اڑاتے اور اس سے اپنے معاملے میں شگون لیتے، کبھی تیروں کے ذریعے سعد ونحس کا ہونا معلوم کرتے، مردے کی کھوپڑی وغیرہ سے بھی اس کی نشان دہی کرتے، لیکن اسلام نے ان باتوں کو قطعاً ممنوع قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ لاطیر ولا ھلمۃ، یعنی سعد ونحس ہونے میں ان کا قطعاً کوئی اثر نہیں۔ اور جاہلیت کا یہ تصور سرتاسر غلط ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر چیز کا خالق ومالک اللہ کی ذات ہے، سعادت وشقاوت سب اسی کی طرف سے ہے۔

شقاوت وبدبختی میں اعمال کا اثر

ضرور ہے کہ بدبختی وشقاوت میں انسان کے کردار کا اور اعمال کا بھی اثر ظاہر ہوتا ہے، قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سعادت وبرکات سے نوازا تھا۔ لیکن جب اس نے عناد سے کام لیا اور راہ حق سے مڑ گئی تو آٹھ دن مسلسل اس قوم پر شدید قسم کی آندھی چلی، جس کی وجہ سے پوری قوم تباہ وبرباد ہوگئی، ان دنوں کو قرآن پاک نے

ضرور منحوس کہا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دن ہی منحوس ہیں، یا ابتدا وانتہا کو منحوس متصور کیا جائے بلکہ یہ نحوست ان کے عمل کا نتیجہ ہے اور دنوں کی حیثیت ظرف کی ہے۔ نہ کہ سبب کی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے، یہاں بہت سے لوگ دھوکا کھاتے ہیں اور سعد ونحس کے سلسلے میں ان آیتوں سے استدلال کرنے لگتے ہیں۔

بعض تاریخوں میں نحوست کا اثر

اسی طرح بعض تاریخوں کے سلسلے میں بھی یہی تصور پایا جاتا ہے۔ مثلاً 28,18,8,23,13,3 ہر مہینے کی یہ تاریخیں عموماً نحس مانی جاتی ہیں اور بعض جگہوں پر مسلم معاشرے میں بھی یہ تصور عقیدے کی حد تک پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بھی اسی حیثیت سے دیکھی جاتی ہیں، ان تاریخوں میں نہ ہی شادی اور نہ کوئی اور مبارک ومسعود کام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں، مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین کے ساتھ لاصفر فرمایا ہے۔ یعنی ماہ صفر کے سلسلے میں جو تصور پایا جاتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی طرح اتوار اور منگل کو بھی بعض جگہوں پر سعادت وبرکت کے قابل نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ صحیح نہیں، اگر غور کیا جائے تو یہ بڑے بابرکت دن ہیں، کیونکہ کائنات کی تخلیق کا کام اتوار ہی کے دن شروع ہوا اور آسمان کی تخلیق کی ابتدا منگل سے ہوئی ہے۔ اسی طرح پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے چھ روز میں پیدا کیا۔ اسی بنا پر یہودی سنیچر کو ہر کام سے فارغ ہوکر عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے زعم کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کا کام اس روز مکمل کرکے آرام کیا تھا۔ اور اتوار کو نصاریٰ اس لئے مقدس مانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق کا کام اسی روز شروع کیا تھا۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ذہن میں کوئی بات پہلے سے بیٹھ جاتی ہے۔ پھر اگر اتفاقاً کوئی بات اسی کے موافق ہوجاتی ہے تو فوراً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ فلاں چیز کا نتیجہ ہے، حالانکہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، مثال کے طور پر اس واقعے کو لیجئے اور دیکھئے کہ اس ذہنیت پر کس قدر روشنی پڑتی ہے۔ اسلام سے پہلے عربوں میں یہ تصور عام تھا کہ جب کوئی برا آدمی دنیا سے کوچ کرجاتا ہے یا اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو سورج گرہن ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو اتفاق سے اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ لوگوں کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ یہ اثر حضرت ابراہیم کی وفات کا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا احساس ہوا تو فوراً آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ چاند سورج اللہ کی نشانیاں ہیں کسی کی وفات کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا جب ایسا ہوا کرے تو تم اللہ کے سامنے سربہ سجود ہوجاؤ اور دعائیں کرو۔ لہٰذا اس موقعے پر صلوٰۃ کسوف شروع ہوئی۔

تیرہ کا عدد اور مغربی دنیا

بعض جگہوں پر تیرہ کا عدد بہت منحوس سمجھا جاتا ہے، مغربی دنیا میں تو مبالغے کی حد تک یہ بات پائی جاتی ہے۔ چنانچہ برطانیہ والے اس دسترخوان پر بیٹھنا گوارا نہیں کرتے، جس میں تیرہ آدمی مدعو ہوں اور فرانس میں ایسی صورت میں ایک شخص کا اضافہ کرلیا جاتا ہے۔ اور اسے کارٹون کہا جاتا ہے۔ تہذیب جدید اور علم وتمدن کے مراکز، مشرق ومغرب کی قسمتوں کے فیصلے کرنے والے افسوس کہ سبھی اس میں مبتلا ہیں۔ امریکہ بھی اس معاملے میں فرانس وبرطانیہ کے دوش بہ دوش ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امریکی صدر فرانکلن روزویلٹ اس دعوت میں ہرگز شریک نہیں ہوتا تھا جس میں تیرہ مہمان ہوں لیکن اس کے باوجود امریکہ میں ایک کلب ہے جس کا نام ہی کلب نمبر ۱۳ ہے۔ اس کی ایک شاخ لندن میں بھی ہے۔ اس کا ایک آرگن بھی ”باتش“ نامی نکلتا ہے۔ جو صرف کارٹونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس کا کام ہی عدد ”تیرہ“ کا مذاق اڑانا اور ”تیرہ“ کے تعلق سے جو واقعات وحوادث پیش آتے ہیں اس کا ذکر کرنا ہے اہل امریکا ”تیرہ“ کے عدد کو اور بھی منحوس سمجھتے ہیں کیونکہ جب ”تیرہ“ اپریل ۱۹۷۰ء کو اپولو نمبر ۱۳ کو داغا جارہا تھا تو عین داغنے کے وقت اس کا گیس سلینڈر پھٹ گیا

اور وہ پرواز کے قابل نہ رہا اور اتفاق سے اس کے تینوں خلا بازوں کے ناموں کے اعداد بھی تیرہ تھے ابھی کچھ سال پہلے مہینے کی ۱۳ تاریخ کو یمن میں زلزلہ آیا اور اتفاق سے وقت بھی ساڑھے بارہ کا تھا، گویا تیرہ کا عدد شروع ہو چکا تھا اور عظیم حادثہ پیش آیا جس میں ڈھائی تین ہزار آدمی جاں بحق ہوئے، سات آٹھ سو بستیاں اجڑ گئیں اور کتنی صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تیرہ تاریخ اگر جمعہ پڑ جائے تو پھر کوئی نحوست ضرور ظاہر ہوتی ہے، لیکن یہ ساری باتیں غیر اسلامی ہیں۔

جلیل القدر انبیاء اور تیرہ کا عدد

اگر تیرہ منحوس ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے انبیاء کے لئے قطعاً پسند نہ فرماتا کیونکہ انبیاء علیہ السلام کی ذات خدا کے نزدیک برگزیدہ اور معصوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے اور تیرہویں آپ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارہ حواریین کے ساتھ تیرہویں خود تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بارہ نقیب تھے اور تیرہویں وہ خود تھے۔ اسی طرح بعض بڑے جاہ وجلال کے بادشاہ گزرے ہیں مثلاً ''آرتھر'' اور ''ہیروس'' ان کے مصاحبین کی تعداد بارہ تھی اور یہ دونوں تیرہ کا عدد پورا کرتے تھے لیکن ان پر نحوست کا سایہ نہیں پڑا اور سب سے بڑا واقعہ جس نے حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور کفر کے سر کو توڑ دیا غزوۂ بدر کا واقعہ ہے۔ اس غزوے میں اہل اسلام کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی اور اس کے مقابلے میں کافروں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی لیکن فتح ونصرت مسلمانوں کو ہوئی اور شکست وریخت دشمنانِ اسلام کے حصے میں پڑی۔

پھر بھی نہ جانے کتنے ایسے توہمات ہیں جن کی آہنی زنجیروں میں انسانیت کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں۔ اور وہ عقیدۂ خالص اور عمل صالح سے دور ہے، اس کا مایہ وجود اہرمن کی قربان گاہ کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے حقیقی اسلام انسانوں کو اسی اسیری سے آزاد کرانے اور حق وصداقت کی سرمدی لذتوں سے روشناس کرانے آیا تھا لیکن خدا کے بندوں نے اس کی قدر نہ کی اور بالآخر سعد ونحس کے چکروں نے انہیں قوت ارادی سے تہی دست اور عزم محکم کے فیضان سے محروم کر دیا۔

اسلام کا عظیم احسان

اسلام نے اس سے منع کر کے اور بعض صورتوں میں کفر سے تعبیر کر کے جہاں عقیدے کی حفاظت کا سامان کیا ہے، وہیں اس نے تشائم وبدحالی کے نتیجے میں عملی کوتاہیوں، نفسیاتی الجھنوں سے بھی بچانے کی کوشش کی ہے اور کامیابی وناکامی کا معیار عقیدہ وعمل کو قرار دیا ہے تاکہ عوارض کو مؤثرات حقیقیہ نہ سمجھا جائے، بلکہ ہر حال میں مؤثر خدا کی ذات کو مانا جائے اور مسلسل عمل، محنت وجاں فشانی سے زندگی کے تاریک دریچوں میں امید کی قندیلیں روشن کی جائیں اس کے بغیر نہ کچھ ہوا ہے اور نہ ہوگا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ''لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیه سوف یریٰ''۔ انسان کے ذمے کوشش ہے اور اس کے نتائج سامنے آکر رہیں گے، ایک مسلمان آفاق کی وسعت دیکھ کر حیران وششدر، مبہوت ودرماندہ ہو کر ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ وہ وسعت افلاک میں اپنی تکبیر مسلسل سے زندگی پیدا کرتا ہے اور وسعت آفاق کو اپنی فکر ونظر کا محور اور کدوکاوش کی جولانگاہ تصور کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ساری کائنات اسی کی خاطر ہے، لیکن اس کی ذات رضائے الٰہی کے تابع ہے۔ یہی ایک مومن کی پہچان ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

اس تخیل کی کارفرمائی جب ذہن ودماغ سے گزر کر پورے وجود پر حاوی ہو جاتی ہے تو ماحول کی برہمی، زمانے کی ناسازگاری اور حالات کی ستم رانی کے باوجود ایسے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں، جو معجزات سے کم نہیں ہوتے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے پندرہویں صدی کی آمد پر منعقد ایک اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے تاتاریوں کے عالم اسلام پر غالب آجانے کا تذکرہ کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت فرمائی تھی کہ اگر نحوست کا کوئی لفظ اسلام کی ڈکشنری میں ہوتا اور اس کا اطلاق کسی زمانے

(بقیہ صفحہ ۴۰ .... پر

موت اور نیند سے متعلق آیت کے بارے میں

ڈاکٹر آرتھر کے تاثرات

ڈاکٹر آرتھر ایلیسین کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا ایک علمی اور تحقیقی کام جاری تھا۔ معاً قرآن حکیم کی ایک آیت جب ان کے مطالعہ میں آئی تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اس آیت کو پانے کے بعد وہ کہنے لگے کہ جس موضوع پر میں سالہا سال سے عرق ریزی کر رہا ہوں، قرآن نے اس سے متعلق حقیقتیں اپنے حسین اور دلکش پیرائے میں بہت عرصہ قبل بیان کر دی ہیں۔

''وہ اپنی اس دریافت کے بعد قرآن مجید کی حقانیت اور علمیت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے قاہرہ (مصر) میں سائنسی موضوع پر ہونے والی ایک کانفرنس میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اب ان کا اسلامی نام ڈاکٹر عبداللہ ہے۔ وہ ایک برطانوی یونیورسٹی میں شعبۂ الکٹرونکس کے صدر بھی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بیان کے مطابق ''قرآن کی یہ آیت جو موت اور نیند سے متعلق ہے میری تمام تر تحقیقات کا زندہ جاوید ثبوت ہے یہی آیت دراصل مجھے اسلام کی آغوش میں لے آئی اور اب میں الحمد للہ مسلمان ہوں اور میرا نام عبداللہ ہے''۔ سچ ہے:

حفاظت جس سفینہ کی انہیں منظور ہوتی ہے
کنارے تک اسے خود لا کے طوفاں چھوڑ جاتے ہیں

موت اور نیند، قرآن کی ایک آیت تحقیق کا سرچشمہ

ڈاکٹر عبداللہ (سابق ڈاکٹر آرتھر ایلیسن) نے موت اور نیند سے متعلق قرآن حکیم کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ سورۂ الزمر'' کی (۴۲) ویں آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور ان (جانوں) کو بھی جن کی موت نہیں آئی ہے ان کے سونے کے وقت۔ پھر وہ ان (جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ نافذ کر چکا ہے اور باقی (جانوں) کو ایک وقت مقرر کے لئے واپس بھیج دیتا ہے بے شک اس (سارے تصرفات) میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے رہتے ہیں۔''

قرآن مجید کی اس آیت پر مزید تشریح اور تحقیق کی خاطر ڈاکٹر عبداللہ نے ڈاکٹر المشدنی کے ساتھ مل کر کام کیا اور سائنسی تجربات سے یہ بات ثابت کر دی کہ موت اور نیند ایک ہی عمل ہے انہوں نے اپنی اس تحقیق کو ان الفاظ میں پیش کیا۔

''ہم سائنسی تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ جب کوئی شخص سوجاتا ہے تو کوئی چیز اس کے جسم سے نکل جاتی ہے اور جب واپس آجاتی ہے تو وہ بیدار ہو جاتا ہے اور جب وہ نہیں آتی تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ وہی نکات ہیں جو قرآن نے صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بعض مفسرین نے جو معلومات فراہم کی ہیں، ان کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں'' ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں ایک تو نفس حیاتی جو موت کے وقت اس سے سلب ہو جاتا ہے کہ اس کے جانے سے جان چلی جاتی ہے اور دوسرا نفس ادراک جو نیند کے وقت اس سے جدا ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد واپس آجاتا ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''اصل روح تو نیند کے وقت بھی جسم سے نکل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے (جیسے آفتاب کا شعاعی تعلق کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود زمین سے قائم رہتا ہے) اور سوتا ہوا انسان (اسی جزئی تعلق کی بناء پر) خواب دیکھتا رہتا ہے۔ پھر جب بیداری کا وقت آتا ہے تو یہ روح چشم زدن (آنکھ جھپکنے) سے بھی کم میں جسم میں واپس آجاتی ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابن آدم میں نفس بھی ہوتا ہے اور

روح بھی اور دونوں کا شعاعی تعلق مثل شعاع آفتاب کے ہوتا ہے پس نفس تو وہ ہے جو ادراک وشعور کا مبدا ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس وحرکت قائم ہے اور انسان جب سوتا ہے تو اللہ تعالی اس کے نفس کو قبض کرلیتا ہے نہ کہ اس کی روح کو (تفسیر ماجدی، بحوالہ مدارک)

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ قبض روح کے معنی اس کا تعلق بدن انسانی سے قطع کردینے کے ہیں کبھی یہ ظاہراً وباطناً بالکل منقطع کردیا جاتا ہے اسی کا نام موت ہے۔ کبھی صرف ظاہری منقطع کیا جاتا ہے، باطناً باقی رہتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ صرف حس اور حرکت ارادیہ جو ظاہری علامت زندگی ہے وہ منقطع کردی جاتی ہے اور باطناً تعلق روح کا جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے اور زندہ رہتا ہے اور صورت اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح انسانی کو عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ کرکے اس عالم سے غافل اور معطل کردیا جاتا ہے تاکہ انسان مکمل آرام پاسکے، اور کبھی یہ باطنی تعلق بھی منقطع کردیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جسم کی حیات بالکل ختم ہوجاتی ہے۔

مفتی صاحب نے حضرت علیؓ کے حوالہ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سونے کے وقت انسان کی روح اس کے بدن سے نکل جاتی ہے مگر اسے شعاع روح کی بدن میں رہتی ہے جس سے وہ زندہ رہتا ہے اور اسی رابطہ شعاعی سے وہ خواب دیکھتا ہے پھر یہ خواب اگر روح کے عالم مثال کی طرف متوجہ رہنے کی حالت میں دیکھا گیا تو وہ سچا خواب ہوتا ہے۔ اور اگر اس طرف سے بدن کی طرف واپسی کی حالت میں دیکھا تو اس میں شیطانی تصرفات ہوجاتے ہیں وہ رویاء صادقہ (سچا خواب) نہیں رہتا"

(معارف القرآن)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں

کہ نیند کی حالت میں روح قبض کرنے سے مراد احساس وشعور فہم وادراک اور اختیار وارادہ کی قوتوں کو معطل کردیتا ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جس پر اردو زبان کی یہ کہاوت فی الواقع راست آئی ہے کہ "سویا اور مُوا برابر" (اسی لئے نیند کو موت کی بہن کہا جاتا ہے) سورۂ زمر کی مذکورہ آیت سے اللہ تعالی ہر انسان کو یہ احساس دلانا چاہتا ہے کہ موت اور زیست کس طرح اس کے دست قدرت میں ہے۔

کوئی شخص بھی یہ ضمانت نہیں رکھتا کہ رات کو جب وہ سوئے گا تو صبح لازماً زندہ ہی اٹھے گا۔ (جیسا کہ اکثر واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ آدمی رات کو سویا اور سویا کا سویا ہی رہ گیا (انگلستان کے ایک فرمانروا کے ساتھ بھی یہ حادثہ پیش آچکا ہے) کسی کو بھی معلوم نہیں کہ ایک گھڑی بھر میں اس پر کیا آفت آسکتی ہے۔

اور دوسرا لحہ اس پر زندگی کا لمحہ ہوتا ہے یا موت کا ہر وقت سوتے میں یا جاگتے میں گھر بیٹھے یا کہیں چلتے پھرتے آدمی کے جسم کو کوئی اندرونی خرابی یا باہر سے کوئی نامعلوم آفت یکا یک وہ شکل اختیار کرسکتی ہے جو اس کے لئے پیام موت ثابت ہو اس طرح جو انسان خدا کے ہاتھ میں بے بس ہے وہ کیسا سخت نادان ہے اگر اسی خدا سے غافل یا منحرف ہو" (تفہیم القرآن)

نیند، ایک معنی خیز دعاء

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت، نیند اور خواب کی باریکیوں پر ماہرین فن نے جو دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہیں وہ سب حکمت خداوندی کی ہی شرحیں اور تفسیریں ہیں اس پس منظر میں حرا سے اتر کر سوئے قوم آتے ہوئے "نسخہ کیمیا" (قرآن حکیم) ساتھ لانے والے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء کے الفاظ نگاہ میں لے آئے جسے آپ نے سوتے وقت پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ باخبر نبی کی یہ دعاء ایک انسان کو اپنی حیثیت سے کس اچھوتے طریقہ پر باخبر کرتی ہے اور بے بس وناتواں بندہ کو اپنے حکیم وقدیر مولا اور آقا سے کس نرالے انداز سے التجا کراتی ہے حقیقت ومعنویت سے لبریز اس دعاء کو یاد کرنے اور کرانے عمل کرنے اور کرانے کی نیت سے پڑھئے:۔

"باسمک ربی وضعت جنبی
وبک ارفعہ ان امسکت نفسی
فارحمھا و ان ارسلتھا فاحفظھا بما
تحفظ بہ عبادک الصالحین"

(باقی صفحہ.........۳۸.......پر)

انسان کی زندگی میں "ماں باپ" کی

اہمیت وافادیت

راج کمل گپتا برگ گل ملیح آبادی، لکھنؤ

انسان کی زندگی میں "ماں باپ" کی اہمیت وافادیت اسی طرح ہے جیسے آسمان میں شمس وقمر اور روشن ستاروں کی ہے "ماں باپ" ہمیشہ اپنے بچوں کی لئے مصیبتیں اور پریشانیاں اٹھاتے ہیں، خود نہیں کھاتے لیکن اپنے بچوں کو کھلاتے ہیں، خود اچھے کپڑے نہیں پہنتے لیکن اپنے بچوں کو اچھے لباس سے آراستہ کرتے ہیں، خود بے چینی کی نیند سوتے ہیں اور اپنے بچوں کو آرام کی نیند سلاتے ہیں، ان کی ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں، ان کی ہر بات کو دل سے قبول کرتے ہیں، ان کی ہر حرکات وسکنات پر نظر رکھتے ہیں، ان کی پرورش کرتے ہیں، ان کو علم وہنر سکھاتے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے ہیں، ان کی ہر آہ کو اپنی آہ سمجھتے ہیں، ان کے ہر درد کو اپنا درد سمجھتے ہیں، ان کے ہر غم میں شریک ہونا اپنا اہم فریضہ سمجھتے ہیں، ان کی کامیابی کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں، ان کی شان وشوکت کو اپنی عظمت وحشمت سمجھتے ہیں۔

اتنی خدمات انجام دینے کے بعد بھی بچے اپنے "ماں باپ" کی عزت نہیں کرتے، ان کے حکم کو نہیں مانتے اور نہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ اپنے "ماں باپ" سے اچھی طرح پیش آئے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے "ماں باپ" کی عزت کرے، ان کی دیکھ بھال کرے، ان کے ہر حکم کی تعمیل عاجزی اور انکساری کے ساتھ کرے، محبت اور شفقت کے ساتھ ان کی خدمت کرے، جو شخص "ماں باپ" کا دل دکھاتا ہے، ان کو اذیتیں پہنچاتا ہے، ان کو ذلیل کرتا ہے، ان کو مکر وفریب کے جال میں اسیر کرتا ہے، ان کو خون کے آنسو رُلاتا ہے، ان کو قدم قدم پر پریشان کرتا ہے، ان کی نورانی ہستی کو پامال کرتا ہے، وہ ہمیشہ مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھرا رہتا ہے۔

اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے "ماں باپ" کی خدمت کرے، اور ان سے نیک دعائیں حاصل کرے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا ادب واحترام بھی کرے، کیونکہ اگر "ماں باپ" ناراض ہوگئے تو تمہاری زندگی مصیبت گاہ بن جائے گی۔ اس لئے زندگی کو خوشحال اور شاد وخرم بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے "ماں باپ" کی فرمانبرداری کریں اور ان کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتے رہیں، اگر ہم نے سارے کام اچھے کئے اور "ماں باپ" کی اطاعت نہیں کی، ان سے ادب کے ساتھ پیش نہیں آئے تو ہماری زندگی جہنم بن جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ بات بھی اپنے ذہن میں اچھی طرح نقش کر لینی چاہئے کہ وہ اپنے سے بڑوں کا ادب کرے، اگر ادب نہ ہو تو انسان کو تمیز کہاں سے آئے گی؟ تہذیب کہاں سے آئے گی؟ شائستگی کہاں سے آئے گی؟ ادب سے ہی انسان انسان کہلاتا ہے اور جو شخص ادب نہیں سیکھتا ہے وہ حیوان کہلاتا ہے۔

انسان ادب سے ہی انسان بنتا ہے، "ماں باپ" کے ساتھ ادب سے پیش آنا بڑی نیکی ہے۔ اسی لئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے "ماں باپ" کی خوب دل لگا کر خدمت بھی کرے اور ان کا ادب واحترام بھی کرے۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک دن ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ اللہ پاک کو بندے کا کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ نماز کا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ نماز کے ذریعہ ہی انسان دوزخ کے عذابوں سے بچا رہے گا اور وہاں کی اذیتوں سے بھی

محفوظ رہے گا۔ وہ صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھتے ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں، کہ جہاد کا عمل اللہ پاک کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے۔

ماں اور باپ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تم ان کو اُف تک نہ کہو کوئی بھی بری بات نہ کہو جس سے ان کا دل دُکھے اور نہ ہی جھڑکیاں دو، بلکہ ان کے سامنے بچھے رہو اور ہر بات کو دل سے مانتے رہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو ''ماں باپ'' کے لئے یہ تاکید کی ہے کہ وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے، اس کی ماں تکلیف اُٹھا اُٹھا کر اسے پیٹ میں لئے پھری اور تکلیف ہی سے جنا اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ تکلیف دہ مدت کم سے کم ڈھائی سال ہے جو وہ خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اس کے اولین حقدار والدین ہیں۔ اس لئے ''ماں باپ'' کے لئے برابر دعا کرتے رہئے، کہ اے پروردگار عالم تو ان دونوں پر اپنا فضل وکرم اور رحم وکرم فرما، جس طرح بچپن میں ان دونوں نے میری پرورش فرمائی تھی۔

ماں کی دعا

آنکھوں کا تارا دل کا سہارا
بھائی کا بازو بہنوں کا پیارا
ننھی سی مورت بھولی سی صورت
کیا پیارا پیارا کیا بھولا بھالا
گودی میں میری کیسا مگن ہے
ڈالی پہ جیسے بیٹھی ہو چڑیا
بخشا ہے تجھ کو میرے خدا نے
کیوں ہو نہ تجھ سے ٹھنڈا کلیجا

اور اب میری نظر میں ''ماں باپ'' کی اہمیت وافادیت اور شانِ جلالت اس طرح ہے، کہ ''ماں باپ اولاد کے لئے فردوسِ بریں ہیں'' ماں باپ کے دم سے زندگی کی رونقیں قائم ہیں، ماں باپ اپنی اولاد کے حق میں سایہ رحمت ہیں، ماں باپ اپنے بچوں کی کشتی کو پار لگانے میں ناخدا کی حیثیت رکھتے ہیں ''ماں باپ'' صبر وتحمل کا عزیز الوجود وعدیم المثال اور عظیم المرتبت نمونہ ہیں، ''ماں باپ'' خیر وعافیت کی ایک حسین وجمیل تصویر ہوتے ہیں ''ماں باپ'' راحت وشادمانی کا نغمہ سنانے والے وہ ساز وسامان ہیں، جس کی مثال پوری کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی ''ماں باپ'' رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ایک ایسا بے بہا عطیہ ہیں جس کا روئے زمین پر کوئی نعم البدل نہیں، ''ماں باپ'' کے ذریعہ ہی انسان جنت کے عظیم الشان مقام تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ''ماں'' کے پیروں تلے جنت ہوتی ہے اور ''باپ'' اس جنت کا دروازہ ہے۔

ماں کی شفقت زخموں کا مرہم ہے، جس سے کائنات میں رنگ وبو ہے، ماں روشنی کا ایسا عظیم الشان مینار ہے جس کی روشنی میں چلنے والا انسان کبھی نہیں بھٹکتا ''ماں'' ایسا گلاب ہے جس کی عطر بیز خوشبو سے کائنات معطر ہے۔ ''ماں'' جس کی تربیت نے بچے کو فرید الدین گنج شکر بنایا، ''ماں'' جس کی دعا کو رب العالمین رد نہیں فرماتا، ''ماں'' کی آغوش جس کی نظیر نہیں، ''ماں'' جس کی نصیحتوں نے رہزنوں کو نور ایمان سے بھر دیا ''ماں'' ایک ایسی لازوال شمع ہے جو کبھی گل نہیں ہوسکتی، ''ماں'' رحمتوں اور دعاؤں کا حسین وجمیل اور دلکش پھول ہے جو کبھی مرجھا نہیں سکتا، ''ماں'' مسکرائے تو کائنات میں بہار آجائے، کلیاں کھلنے لگیں، پھول مہکنے لگیں، جگنو جگمگانے لگیں، ستارے ٹمٹمانے لگیں اور اس کے برعکس اگر ماں روئے تو کائنات پر خزاں طاری ہوجائے، سمندر میں اس کے اشکوں سے لبریز ہوجائے، آسمان اس کے غم سے رونے کو خود تیار ہوجائے، شبنم بھی اس کے رنج وغم کی مدت سے اشک بہانے پر مجبور ہوجائے۔ ''ماں اگر دعا دے تو انسان کی زندگی میں چار چاند لگ جائیں اور اس کا حسن دوبالا ہوجائے، اس کی عظمت عظیم سے عظیم تر ہوجائے اور اگر کسی شخص کو بددعا دے تو اس کی زندگی کا تار بکھر جائے، اس کی عظمت مٹی میں مل جائے، اس کا جلوہ ختم ہوجائے، اس کو کامیابی کے بجائے ناکامیابی کا منھ دیکھنا پڑے، غرض کہ چاروں طرف سے مصیبتوں سے گھر جائے اور اس کی زندگی فنا ہوجائے، ''ماں'' ایک

ایسا پھل دار درخت ہے جس کی شاخیں ہمیشہ جھکی رہتی ہیں۔ ''ماں جس کا دل محبتوں کا خزانہ ہے، دعاؤں کا سرچشمہ ہے عظمت کا راز ہے، ممتا کا ساگر ہے، ''ماں'' کی اس عظیم الشان اور جلیل القدر ''ممتا'' کو ایک شاعر نے اپنی مشہور ومعروف نظم ''ماں کی ممتا'' میں کتنے اچھے انداز میں بیان کیا ہے، وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست کہتا ہے، کہ۔

''ممتا ماں کی جانتے ہیں سب
ماں ہے بچوں کی پرورش کا سبب
بھوک بچے کو ہے ستاتی جب
ماں سے کرتا ہے رو کے دودھ طلب
دودھ دیتی ہے پیار کرتی ہے
جان اس پر نثار کرتی ہے
بچہ سینے سے جو رہا ہے چمٹ
نہیں لے سکتی بے دھڑک کروٹ
پاؤں کی بھی ذرا نہ ہو آہٹ
کبھی ننھے کی جائے نہ نیند اُچٹ
اُوں اُوں کرتی تھپکتی جاتی ہے
ہَولے ہَولے سرکتی جاتی ہے
جب گیا وہ، نہالچے پر سو
چھوٹے تکیے لگا دیئے دو دو
پر نہیں بھولتی ہے بچے کو
لیتی رہتی ہے ماں خبر ہر دم
ماں کو آرام کی کہاں فرصت
سوئی بے ڈھب لو آگئی شامت
کپڑے لتوں کی ہوگئی کیا گت
ہے بچھونا بھی تر بتر لت پت
صبح اُٹھ کر کھنگالتی ہے تمام
جاڑے پالے کا وقت اور یہ آرام
بچہ اتنے میں چونک اٹھا سو کے
ناک میں دم کیا ہے رو رو کے
ماں نے پھر لے لیا ہے خوش ہوکر
نیا کرتا بدل کے منھ دھو کے
باتیں کرتی ہے پیار سے جوں جوں
بولتا ہے جواب میں ''آغوں''
رات کو لوریاں سناتی ہے
بچہ ہے اور ماں کی چھاتی ہے
کبھی کنڈی بجا کر بہلایا
کبھی کندھے لگا کر ٹہلایا
ماں کداتی اُچھالتی ہے اسے
دیکھتی اور بھالتی ہے اسے
دیکھ کر اس کا چاند سا مکھڑا
بھول جاتی ہے اپنا سب دُکھڑا
جب لگا ہے آنکھ میں کاجل
پڑا بچے کی تیوریوں میں بل
دونوں آنکھیں جو اس نے ڈالیں مل
بچہ بےچین ہے تو ماں بے کل
چپ کیا جھنجھنا بجا کے اسے
سوئی خود پیشتر سلا کے اسے
اس کا ہتا جدا پکاتی ہے
انگلیوں سے اسے چٹاتی ہے
باتیں کرنا اسے بتاتی ہے
پاؤں چلنا اسے سکھلاتی ہے
ماں کو بچے سے جو محبت ہے
در حقیقت خدا کی رحمت ہے

اب آپ ہی بتایئے، کہ جس ہستی کے اندر اتنی بیش قیمت خوبیاں موجود ہوں اس کو بھلا کوئی شخص کیسے چھوڑ سکتا ہے، ہر چیز تو انسان کو دوبارہ مل سکتی ہے لیکن ماں باپ تو زندگی میں ایک ہی بار ملتے ہیں، اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے والدین کی ہمیشہ خدمت کرے، ان کی ہر بات کو اچھی طرح سنے اور اس پر عمل کرے، کیونکہ ''ماں باپ'' کے بغیر انسان کو دنیا کی حقیر سے حقیر چیز بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

میں آپ کو ایک بہت ہی اہم بات بتاتا ہوں ایک ایسی بات جو آپ کی زندگی کے لئے نعمت اور برکت ہے، وہ بات یہ ہے کہ ماں کے پیروں تلے جنت ہوتی ہے اور اس جنت کا دروازہ باپ کو بتایا گیا ہے۔ یعنی گھر کے اندر ہی جنت کا دروازہ اور اس کی کنجی موجود ہے۔

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے ''ماں باپ'' کو کبھی نہ بھولے، ان کی ہر بات کو دل سے قبول کرے اور اس پر عمل بھی کرے، بہت سی خوشنودی کے ساتھ، اس لئے میں آپ کو بہت زور دے کر یہ کہتا ہوں کہ ماں باپ کو بھولو نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

آج کے گردشی دور میں اگر ماں باپ کی خدمت کرلی جائے اور ان کو خوش رکھا جائے تو اللہ پاک کے نزدیک یہ عمل بہت ہی محبوب اور عظیم المرتبت عمل ہے۔

ایک حدیث سے روایت ہے کہ اپنی آواز کو والدین سے بلند مت کرو، جس طرح ''ماں باپ'' کو خوش رکھنے کے لئے جنت کے وعدے کئے گئے ہیں اسی طرح نافرمانی

اور تکلیف پہنچانے پر سزا دینے کی وعیدیں بھی ہیں، جس نے اپنے ماں باپ کو ستایا اس کے لئے اس دنیا میں ہلاکت تو ہے ہی آخرت میں اس کے ساتھ جو بھی ہو اس کو تو اللہ پاک ہی بہتر جانتا اور سمجھتا ہے۔ وہ شخص تو مر بھی نہیں سکتا جس نے اپنے "ماں باپ" کو ناراض کیا ہے یا اذیتیں پہنچائی ہیں یا اس کے حکم کی نافرمانی کی ہے، یا باپ کو ناراض کیا ہے یا ان پر جھوٹی تہمتیں لگائی ہیں، یا ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے ہیں، یا ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں، یا ان کے ساتھ مکر وفریب کیا ہے، یا ان پر جبر وتشدد کی تیزابی بارش کی ہے۔

ایسا شخص جب تک اس دنیا میں زندہ رہے گا تب تک اس پر مصیبتوں کی تیزابی بارش ہوتی رہے گی، وہ رنج والم کے قفس میں ہمیشہ اسیر رہے گا، اس کو دماغی سکون کبھی نہیں حاصل ہوگا اور نہ ہی اس کو کبھی روحانی تسکین عطا ہوگی وہ ہمیشہ رنج والم کے بادلوں میں گھرا رہے گا اور تاریکی کے گڈھے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پڑا رہے گا، اس کا نہ تو کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی کوئی دوست۔

اس لئے میری آپ بھی سے استدعا ہے کہ آپ اپنے والدین کی خدمت کا فریضہ حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیں، جس سے آپ کی زندگی میں چار چاند لگ جائیں گے، آپ کا نام پوری کائنات میں شمس وقمر کی طرح روشن ہو جائے گا، آپ چاند تاروں کی طرح چمکنے لگیں گے، دولت تو ایک بار جانے کے بعد دوبارہ واپس آسکتی ہے، لیکن "ماں باپ" وہ دولت ہیں جو ایک بار جانے کے بعد دوبارہ واپس نہیں آتے، بس اس کی یادیں ہی باقی رہ جاتی ہیں۔

"ماں باپ" ایک ایسا عزیز الوجود اور عدیم المثال خزانہ ہیں جن کے پاس دعاؤں کی اشرفیاں ہر وقت موجود رہتی ہیں، یہ اشرفیاں آپ کو تبھی حاصل ہوں گی جب آپ اپنے "ماں باپ" کو ہمیشہ شاد وخرم رکھیں گے۔

میں اپنی بات "نظیر اکبر آبادی" کی نظم "کرجگ" کے اس بند پر ختم کرتا ہوں جس میں وہ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ۔

دنیا عجب بازار ہے کچھ یاں سات لے
نیکی کا بدلا نیک ہے بد سے بدی کی بات لے
میوہ کھلا میوا ملے پھل پھول دے پھل پات لے
آرام دے آرام لے دکھ درد دے آفات لے
کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

●●●

عمدہ غذا کیا ہے؟

ارشاد نبویؐ کی روشنی میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کھانے میں مندرجہ ذیل ۴ چار باتیں شامل ہوں وہ غذا بہت ہی عمدہ ہوتی ہے۔

۱۔ حلال ہو یعنی حلال کمائی سے غذا تیار کی گئی ہو۔

۲۔ جس پر اللہ تعالی کا نام لیا جائے۔ یعنی کھانا شروع کریں تو بسم اللہ ضرور پڑھیں۔

۳۔ کھانا لوگ مل جل کر کھائیں یعنی گھر کے تمام لوگ ایک ساتھ کھایا کریں۔

۴۔ کھانے سے فارغ ہو کر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے اور اللہ کی تعریف کی جائے۔

جو بندہ اللہ کی کسی بھی نعمت پر شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالی اس بندے سے اسکے اس عمل پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اپنی نعمتوں میں اور اضافہ کرتے ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ کھانے کی تیاری اور اس کے استعمال پر ان باتوں کا ضرور خیال رکھیں تاکہ اللہ تعالی کی نوازشات ہمارے شامل حال رہیں خدا ہمیں اسکی توفیق دے۔

اسلامی زندگی قرآن کے آئینہ میں

☆ ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور نہ غیبت کرو کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔

☆ جس پر کسی قسم کا ظلم ہوا ہو وہ علانیہ برا کہہ سکتا ہے۔

☆ **مسلمانو! لوگوں کی نسبت بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک** داخل گناہ ہیں۔

☆ جاہلوں سے کنارہ کش رہو اور الگ ہو جاؤ۔

☆ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے وہ تمہاری مدد کرے گا۔

☆ جو تم پر مصیبت آتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے ہے۔

☆ اللہ جس کو چاہتا ہے بات کی سمجھ دیتا ہے بیشک اس نے بہت بڑی دولت پائی۔

☆ کوئی فائدہ پہنچے تو اللہ کی طرف سے اور نقصان نفس کی وجہ سے۔

مفتی محمد راشد حسین ندوی

سوال جواب

س: پتنگ بازی جائز ہے یا نہیں، اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

ج: پتنگ بازی ایک لغو اور بیکار مشغلہ ہے، جس میں کوئی جسمانی ورزش بھی نہیں ہے، اور دینی یا دنیاوی فائدہ بھی نہیں ہے، بلکہ اس میں انہماک کے نتیجہ میں چھت سے گر کر زخمی ہو جانے بلکہ موت تک واقع ہو جانے کے واقعات سننے میں آتے ہیں، لہٰذا یہ مشغلہ اختیار کرنا مکروہ ہے، اور اس کی خرید وفروخت بھی چونکہ ایک مکروہ عمل میں تعاون ہے، لہٰذا وہ بھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔ (مستفاد از شامی کتاب الحظر والاباحہ، رحیمیہ ۷/۲۷۶)

س: ایک شخص نے دوسرے شخص کو مثلاً دس لاکھ روپے نقد دیکر مذکورہ رقم کا چیک لیا، چیک لینے والا اپنے کھاتے میں قرض لینے اور چیک دینے والا قرض دینے کے طور پر اندراج کرتا ہے، حالانکہ نہ کسی نے قرض دیا، اور نہ لیا، مگر اس فرضی قرض پر قرض دینے والا فیصد کے حساب سے نقد دینے والے سے چیک کے عوض نفع وصول کرتا ہے، وصول کرنے کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ چیک لینے والا چیک کی رقم بذریعہ چیک واپس نہ کردے۔

یہ پوری کارروائی بلیک منی کو وائٹ کرنے کے طور پر کی گئی، چیک لینے والا جب چیک دینے والے کو بطور چیک لی ہوئی رقم بذریعہ چیک واپس کردے گا تو چیک دینے والا اس کی نقد دی ہوئی رقم واپس کردے گا۔

جواب طلب بات یہ ہے کہ فیصد کے حساب سے اس اضافی رقم کے لین دین کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ نفع سود میں شمار ہوگا یا نہیں؟

ج: شریعت میں سود اس فاضل مال کا نام ہے جس کے مقابلہ میں مال کا مال سے تبادلہ کرتے وقت کوئی عوض نہ ہو، (شامی ۴/۱۹۶)۔ اور صورت مسئولہ پر یہ تعریف صادق آرہی ہے، اس لئے کہ ایک طرف سے نقد رقم ہوتی ہے اور دوسری طرف سے چیک جو روپیوں کی رسید ہونے کے اعتبار سے اپنی حقیقت میں مال ہے، پھر دوبارہ بھی ان کا تبادلہ ہوتا ہے، لیکن جو رقم فیصد کے اعتبار سے مزید دی جاتی ہے، ظاہر بات ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مال نہیں ہے، لہٰذا یہ اضافی رقم سود ہے، اور اس طرح کا معاملہ شرعاً ناجائز ہے واللہ اعلم۔ (مستفاد از نظام الفتاوی۔ ۱/۲۹۸)

س: عشر کے غلہ کا پیسہ دینی مدرس کی تنخواہ میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس رقم کا صحیح مصرف کیا ہے؟

ج: عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں، جن کو قرآن پاک کی ایک مستقل آیت میں بیان کیا گیا ہے، "انما الصدقات للفقراء الآیہ" اس آیت میں جن کو عشر وزکوۃ کا حقدار قرار دیا گیا ہے ان میں فقیر، مسکین، قرض دار، غازی اور مسافر وغیرہ ہیں، پھر احادیث کی روشنی میں فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اصول مثلاً باپ اپنی فروع مثلاً بیٹے کو اور فروع اصول کو، زوجین ایک دوسرے کو، زکوۃ نہیں دے سکتے، اسی طرح تملیک کے بغیر نیز اجرت کے طور پر بھی زکوۃ نہیں دی جاسکتی، اسی سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مدرس کی تنخواہ میں عشر کی رقم نہیں لگائی جاسکتی، تفصیل کیلئے کوئی فقہی کتاب دیکھئے۔ (ہندیہ ا/۱۸۷ تا ۱۹۰)

بقیہ......سلطان صلاح الدین ایوبی

درہم چھوڑے تھے کوئی ملک، مکان، جائیداد، باغ، گاؤں، زراعت نہیں چھوڑی، ان کی تجہیز وتدفین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا، سارا سامان قرض سے کیا گیا، یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے کفن کا انتظام ان کے وزیر وکاتب قاضی فاضل نے کسی جائز وحلال ذریعے سے کیا۔

●●

ترجمہ : مسعود حسن حسنی

مغرب میں مسلمانوں کے آپسی اختلافات ہی اسلام سے دوری کا سبب ہیں

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی جو فطرت بنائی ہے اسلام اس کے مطابق ہے، لیکن انسان اپنی غلط سوچ کی وجہ سے ہی فطرت کے خلاف طریقہ اختیار کرلیتا ہے۔

محمد قنوت بن ساقہ سویڈن کی اسلامی مجلس کے صدر ہیں، وہ اصلاً نصرانی تھے، اور کلیسہ کے ذمہ داروں میں تھے، اسلام سے متاثر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا، اور پھر اس کی تبلیغ میں مشغول ہوگئے۔

کس طرح مراکش میں وہ اسلامی زندگی سے واقف ہوئے، اور کس طرح انہوں نے مسلمانوں کو اذان سنتے وقت تمام کاموں کو چھوڑ کر وضو کرتے ہوئے اور پھر نماز پڑھتے دیکھا، اور اذان نے کس طرح ان پر اپنا اثر ڈالا اور اذان کی آواز ہی وہ آواز تھی جوان کے لئے اسلام کی طرف مائل ہونے کا سبب بنی، یہ وہ چیزیں ہیں جو محمد قنوت کی گفتگو کا محور ہیں، اس کے علاوہ مغربی چرچ کے کردار اور اللہ کے راستہ سے اس کے روکنے کے بارے میں اور گیارہ ستمبر کے واقعات کے کیا اثرات مرتب ہوئے، اور دعوت الی اللہ کے امکانات کے بارے میں بھی انہوں نے گفتگو کی ہے۔

س : ان سے ایک ملاقات میں ان کے اسلام لانے کے بارے میں ہم نے تفصیل جاننی چاہی تو انہوں نے جواب دیا؟

ج : میں کیتھولک نصرانی تھا، ۶۰ ویں دہائی میں کیتھولک چرچ کے ذمہ داروں کو محسوس ہوا کہ کیتھولک نصرانی کلیسہ سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں، اور مذہبی فرائض انجام دینے میں غفلت برت رہے ہیں، اور وہ اتوار کو بھی چرچ جانے سے کترانے لگے ہیں، اور پادری کی ہدایات پر عمل بھی نہیں کرتے ہیں، چنانچہ انہی سب چیزوں کے مدنظر پوپ نے راہبوں اور مذہبی رہنماؤں کا کیتھولک چرچ میں ایک اجتماع منعقد کیا اس اجتماع کی تجاویز میں جو فیصلے کئے گئے ان میں ایک فیصلہ یہ بھی تھا کہ لاطینی زبان جو شروع دن سے کلیسہ کی زبان تھی اس کو ترک کردیا جائے، اس فیصلہ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، کیونکہ

اس کے بالمقابل اسلام میں عبادات عربی زبان ہی میں ادا کی جاتی ہیں اور کسی دوسری زبان میں اسلامی عبادات مقبول ہی نہیں اور آسمانی مذہب ہونے کا یہی تقاضہ ہے کہ اس کی اصل کو باقی رکھی جائے، اور اس میں انسانوں کو تبدیل کرنے کا حق نہیں ہو، اسلام سے متاثر ہونے اور میرے اسلام کی طرف قدم بڑھانے کا یہ پہلا سبب تھا۔

یورپ کا دانشور اور عیسائیت

س : ایک پڑھا لکھا انسان جو نصرانیت کو قبول کرتا ہے وہ تثلیث کے عقیدہ کو کس طرح قبول کرتا ہے؟

ج : کوئی شخص چاہے وہ کتنا ہی تعلیم یافتہ ہو وہ اس مذہب پر جس میں وہ پروان چڑھا ہے، اور زندگی بھر اپنے عقیدہ سے وابستہ رہا ہے، وہ اس دین کو صحیح سمجھتا ہے، اور اس پر اس کے غلط ہونے پر غور ہی نہیں کرتا ہے، اور وہ دوسرے مذاہب کو غلط سمجھتا ہے، یہ تو طبعی بات ہے۔

س : پھر آپ نے کیسے اسلام قبول کیا؟

ج : میرے اسلام قبول کرنے کا قصہ طویل ہے، چرچ کے اجتماع میں جو فیصلے ہوئے، ان سے بہت سے لوگوں نے اتفاق نہیں کیا، اختلاف کرنے والوں میں سے میں بھی تھا، میں نے ان تجاویز یا اصلاحات سے اپنا اختلاف ظاہر کردیا۔ اور اس اختلاف کے اظہار سے میں کلیسہ سے دور ہونے لگا مجھے بہت غصہ تھا کہ یہ

کیسی اصلاحات ہیں، ان سے تو اس دین کی بنیاد کو نقصان پہنچے گا، اور اس طریقہ سے یہ دین تمام لوگوں کے سامنے رسوا ہوگا، اگر یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے تو نہ وہ تبدیلی کے لائق تھا اور نہ جدید کاری کا متقاضی تھا، اور جب تبدیلی کر ہی دی گئی تو اب نہ ہی یہ منزل من اللہ باقی رہا اور نہ ہی ایک زندہ دین کی اس کی حیثیت باقی رہی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز ہوتی ہے وہ کامل ہوتی ہے جس کو انسانی اصلاحات اور نظر ثانی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، لیکن اللہ پر میرا ایمان برقرار تھا، اور اسی ایمان کی دلیل کی خاطر میں کسی ایسے دین کو اختیار کرنا چاہتا تھا، جس کے ذریعہ سے اس ایمان کا اظہار ہوسکے، میرے سامنے متعین شدہ کوئی راستہ نہیں تھا، لیکن میرے لئے اب کسی ایسے راستہ کا انتخاب جس پر کہ میں چل سکوں ضروری ہوگیا تھا۔ اور وہ راستہ صحیح اسلامی دین کا راستہ تھا، اس کا انتخاب اس طرح ہوا کہ جب میں پہلی مرتبہ بغرض سیاحت مراکش گیا تو میں نے مراکش میں عبادت کرنے والوں کی کیفیت دیکھی اور وہ کس طرح نمازیں پڑھتے ہیں دیکھا میں نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح کسان اذان سنتے ہی اپنے کاموں کو چھوڑ کر سمندر پر جاکر وضو کرتے ہیں اور وضو کرنے کے بعد وہ مسجد چلے جاتے ہیں۔ میں نے اذان کبھی نہیں سنی تھی میں اذان کی آواز سے اور اس سے عام زندگی پر جو اثر پڑتا ہے اس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا مجھے محسوس ہوا کہ یہ خدا کی آواز ہے، میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا، سورہ فلق پڑھتے ہوئے مجھے اپنی بعض الجھنوں کا جواب ملا، شر کی جو تفسیر اس میں تھی اس سے معلوم ہوا کہ شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ صرف خیر کا معاملہ فرماتا ہے، شر شیطان کا وسوسہ ہے، اس سورہ سے مجھے معلوم ہوا کہ شر دنیا میں موجود ہے، اور اللہ کی مشیت بھی یہ ہے کہ (وہ موجود رہے) اس کے پڑھنے سے حق کو جان لیا، میں نے مزید قرآن کا ترجمہ پڑھنا شروع کردیا، اور بہت سی قرآنی آیات نے اس حقیقت کے سلسلہ میں میرے اعتماد کو بحال کردیا۔

مغربی شخص اسلام کو کس نظر سے دیکھتا ہے

س : یورپ کا نصرانی اسلام کے سلسلہ میں کیا نظریہ رکھتا ہے؟

ج : ہر شخص کا نظریہ دوسرے کے نظریہ سے مختلف ہوتا ہے، مثلاً کمیونسٹ جن کے افکار ونظریات ادیان کے برخلاف ہوتے ہیں اور جو ہر مذہب کو باطل سمجھتے ہیں، چنانچہ جس چیز کی اس کو دعوت دی جاتی ہے، اس سے مطمئن ہونا، ان کیلئے مشکل ہوتا ہے، ایسے ہی وہ نصرانی جو بچپن ہی سے تحریف شدہ نصرانی مبادیات کا مشروب پیے ہوتا ہے، وہ بھی اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو پسند نہیں کرتا ہے، مثلاً جو عقیدہ تثلیث پر پلا بڑھا ہو تو پھر وہ توحیدی فکر کو کیسے قبول کرسکتا ہے، لیکن بعض استفادات بھی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے صحیح راستہ کی طرف لے جاتا ہے، لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے غلط افکار گڑھے گئے ہیں، اور ہمارے اوپر ان افکار کو زائل کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

لوگوں کو اسلام سے روکنے میں چرچ کا کردار

س : اسلام سے روکنے کے لئے جو غلط افکار گڑھے ہیں ان کے پیچھے کون لوگ ہیں؟ اور یورپ میں اسلام کو پھیلانے میں ہمارا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

ج : نصرانی عقل جن خیالات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں وہ انہی کو صحیح سمجھتی ہے، اسی لئے ان کے لئے دین اسلام کا قبول کرنا ایک دشوار کن مرحلہ ہوتا ہے، جس وقت چرچ نصاریٰ کو تعلیم دیتا ہے تو وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اور مریم ان کی ماں ہیں، لیکن کیسے؟ (یہ بات چرچ خود نہیں جانتا)

کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس بارے میں کسی سے کچھ سوال کرے یا اس بارے میں کچھ جانے، یہ ایسا قضیہ ہے کہ ہر ایک کو چرچ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس کو قبول کرنا ہے، اس

طرح یہ مفہوم نسلوں میں راسخ ہوتا جاتا ہے، پھر جب کوئی اس سے کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اور نہ وہ جنا گیا ہے، اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے، اس کی نہ بیوی ہے اور نہ بیٹا، تو چرچ کے پرانے عقیدہ کے ذہنوں میں راسخ ہونے کی وجہ سے ذہن اس بات کے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو پاتا ہے۔

دوسرا سبب خوف ہے۔ غیر مسلم اسلام سے ڈرتا ہے، اس کی زندگی میں جو واقعات پیش آتے ہیں ان سے وہ خوف زدہ ہوتا ہے جیسے گیارہ ستمبر والا واقعہ، اس سے متاثر ہو کر وہ کہتا ہے کہ اسلام ایک دہشت پسند مذہب ہے جو بے گناہوں کو قتل کرتا ہے، یہ اور اس جیسے واقعات لوگوں کو اسلام سے بہت زیادہ برگشتہ کر دیتے ہیں، اس طرح کے واقعات انجام دیکر خبثاء اسلام کی تصویر بگاڑنے پر لگے ہوئے ہیں۔

گیارہ ستمبر کے واقعات اور دعوت الی اللہ

س: گیارہ ستمبر کے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے، ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ ان واقعات کے بعد بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا، اور اسلامی کتابیں اس کثرت سے فروخت ہوئیں کہ بازار سے اس کے نسخے تک ختم ہو گئے، اور اسی طرح عالمی سطح پر اسلام معلومات کے مراکز میں اسلامی معلومات حاصل کرنے کے لئے بڑی کثرت سے لوگ آئے، اس کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

ج: میں نے اپنے شہر کے ایک (لوکل) مقامی اخبار میں ایک مضمون لکھا، اور اس مضمون میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں میں نے ان کی وضاحت کی، اور اس میں یہ واضح کیا ہے کہ دین اسلام اور قرآن کریم بے گناہوں کے قتل کا حکم نہیں دیتے ہیں، اور نہ ایسے اعمال انجام دینے کا حکم دیتے ہیں جن سے کسی کو بھی نقصان پہنچے (یعنی ایسے اعمال جن سے مسلمانوں کو یا غیر مسلموں کو نقصان پہنچے اسلام ایسے اعمال انجام دینے کا حکم نہیں دیتا ہے) جہاں تک لوگوں کے نظریہ کی تبدیلی اور اسلام کی جانب ان کے متوجہ ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان واقعات سے کبیدہ خاطر ہوئے، اور ان کے اندر اسلام کے خلاف ردعمل پیدا ہوا، اور دوسری طرف ایک جماعت وہ بھی تھی کہ جب اس نے اسلام کے جوہر کو سمجھ لیا، تو اس کی حقیقت سے بھی واقف ہونا چاہا اور عالمی سطح پر اسلامی مراکز پر لوگوں کی دلچسپی اور بازاروں سے اسلامی کتابوں کے ختم ہو جانے کے بارے میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے وہ سب اسی طرح صحیح ہے جس طرح غیر مسلموں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا ہے۔

آرزو

س: یورپ میں خاص طور سے اسلام کے بارے میں آپ کی خواہشات کیا ہیں؟

ج: میں کیا تمنا کر سکتا ہوں، میری تمنا تو وہی ہو سکتی ہے جو ہر مسلمان کی تمنا ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو یورپ میں جتنی اقلیات ہیں سب نسلی بنیادوں پر قائم ہیں، دینی بنیادوں پر قائم نہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی الگ مسجد ہے جس میں وہ نماز پڑھتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا. ۴ آل عمران. ۱۰۳) میرا کسی ایک ملک کی طرف اشارہ نہیں میں مسلمانوں میں تفرقہ دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ وہ سب متحد ہوں، اور ایک رنگ اختیار کریں۔

میں مسلمانوں کو توحید کی لڑی میں پرو دیا ہوا اور سلطنت کے تنگ نعروں سے دور دیکھنا پسند کرتا ہوں، یورپ میں مسلمانوں کی جو صورتحال میں دیکھ رہا ہوں، اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے کسی ایک مقصد پر ان کا جمع ہونا ممکن نظر نہیں آتا، اس لئے کہ وہ کسی ایک جماعت کی جس میں سب متحد ہوں تشکیل نہیں کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حکومت ان کے انتشار کو محسوس کرنے کی وجہ سے ان کے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی، اور اسی وجہ سے ان کے آپس کے روابط میں زیادتی کے بجائے کمی ہو رہی ہے۔

ملائشیا میں چند روز

مولانا محمد تقی عثمانی

متعدد سفروں کے بعد آخر میں ایک ہفتہ مجھے ملائشیا میں گزارنے کا موقع ملا میں تقریباً پانچ سال پہلے بھی ملائشیا گیا تھا، لیکن اس تازہ سفر میں ماشاء اللہ اس ملک کی ترقی کی جو رفتار دیکھی اور مختلف میدانوں میں اس کی قابل تعریف پیش قدمی کا جو انداز نظر آیا، دل چاہتا ہے کہ قارئین اس سے باخبر ہوں، اس لیے کچھ گزارشات اسی ملک کے بارے میں پیش خدمت ہیں۔

ملائشیا جنوبی ایشیا کا ابھرتا ہوا اسلامی ملک ہے پہلے وہ ملایا کے نام سے مشہور تھا اور **چودھویں پندرہویں صدی عیسوی میں وہ عالم اسلام کا زریں حصہ سمجھا جاتا تھا لیکن** سولہویں صدی کے بعد وہ پہلے پرتگیزی پھر ڈچ اور آخر میں انگریزی استعمار کا شکار ہوا اور انگریزی سامراج سے اس کو ۱۹۵۷ء میں یعنی ہماری آزادی کے دس سال بعد رہائی نصیب ہوئی تیرہ ریاستوں یا صوبوں پر مشتمل اس ملک نے آزادی کے بعد ایک وفاقی پارلیمانی دستور بنایا، جس کی دفعہ ۳ میں یہ صراحت کی گئی کہ وفاق کا مذہب اسلام ہوگا البتہ دوسری مذاہب پر بھی پر امن طریقہ سے عمل کیا جا سکے گا وفاق میں شامل تیرہ ریاستوں میں ہر ریاست کی نظریاتی اور دستوری سربراہی اس ریاست کا سلطان کرتا ہے اور یہ تیرہ سلاطین (جو موروثی ہیں) اپنے آپ میں سے کسی ایک شخص کو پانچ سال کے لیے وفاق کا سلطان منتخب کرتے ہیں، جو وفاق کا آئینی سربراہ ہوتا ہے۔ لیکن برطانیہ کی بادشاہت کی طرح یہ سلاطین بھی محض آئینی سربراہ ہوتے ہیں ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے اور یہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے ہوئے عربی کے باقاعدہ الفاظ واللہ، **باللہ، تاللہ کہہ کر یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ دین اسلام کا تحفظ کریں گے، لیکن انتظامیہ کی سربراہی وزیراعظم کرتا ہے جو سلطان کی طرف سے نامزد ہوتا ہے** بشرطیکہ اس کی رائے میں اسے پارلیمنٹ کا اعتماد حاصل ہو۔

ملائشیا میں بہت سی قومیں آباد ہیں جن میں ۵۰ فی صد سے زائد ملاوی نسل کے لوگ ہیں اور ان کے بعد آبادی کا دوسرا بڑا حصہ چینی نسل کے لوگوں کا ہے جو اکثر غیر مسلم ہیں، خود ملاوی نسل کی آبادی بھی مختلف حصوں نسلی اور جغرافی حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ لیکن آبادی کے ان مختلف طبقات میں نہ کوئی ایسی کشمکش ہے جو ملک کے استحکام کے لیے خطرہ ہو، نہ ان میں سے کسی کو محرومی کی کوئی نمایاں شکایت نظر آتی ہے جو باہمی نفرتوں اور عداوتوں کا سبب بنے آزادی کے فوراً بعد کچھ عرصے اس قسم کی کشمکش جاری رہی لیکن بالآخر ایک مستحکم نظام حکومت نے ان مسائل پر بڑی حد تک قابو پالیا اور خاص طور پر ۱۹۷۰ کے بعد ملک تیز رفتاری سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے ابتداء میں ملائشیا کو تنکو عبدالرحمٰن کی قیادت میسر آئی، جس نے ملک کو ترقی کی شاہراہ پر ڈالا اور اب وزیراعظم مہاتر محمد کی قیادت میں پوری قوم تندہی اور لگن کے ساتھ ایک بہتر مستقبل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ واضح رہے کہ یہ سفر اس وقت ہوا تھا جب ملائشیا کے وزیراعظم مہاتر محمد تھے۔ اور ڈپٹی پرائم منسٹر الحاج انور ابراہیم، چند سال پہلے جب میں ملائشیا گیا تو وہاں کی حکومت نے عوام کو یہ ولولہ انگیز ہدف دیا تھا کہ ہم ۲۰۲۰ء تک مکمل طور پر ترقی یافتہ ملک بننا چاہتے ہیں۔ اب پانچ سال بعد میرا ملائشیا جانا ہوا تو واقعی کوالا لمپور کی دنیا بدلی ہوئی نظر آئی۔ تیز رفتاری ترقیاتی کام ہر شخص کو کھلی آنکھوں نظر آتا ہے۔ اس عرصے میں اس ملک نے صنعتی میدان میں حیرت انگیز ترقی کی ہے اور وہ اپنی مصنوعات کے ذریعہ جاپان اور کوریا کا مقابلہ کر رہا ہے۔ تعلیم کی شرح اسی فیصد سے بھی زائد ہو چکی ہے عوام کے مزاج میں نظم و ضبط پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کوالا لمپور شہر ہانگ کانگ اور سنگاپور سے زیادہ خوبصورت اور

صاف ستھرا بنادیا گیا ہے۔ اس وقت دنیا کی بلند ترین عمارت (جو بلندی میں شکاگو کے سیرس ٹاور سے بھی زیادہ ہے) کوالالمپور ہی میں ہے یہ دوسربہ فلک عمارتوں کا مجموعہ ہے، جنہیں درمیان میں ایک خوبصورت پل کے ذریعہ ملایا گیا ہے۔)

معاشی اور مادی ترقی کے ساتھ ملائشیا نے اپنے دین و مذہب سے بھی رشتہ نہ صرف قائم رکھا ہوا ہے بلکہ اسے مزید مضبوط کرنے کی فکر جاری ہے۔ اگرچہ ملائشیا کی تقریباً چالیس فیصد آبادی غیر مسلم ہے اور مسلمانوں کا تناسب ساٹھ فیصد ہے اور چالیس فی صد غیر مسلم آبادی میں ان چینی نسل کے باشندوں کا بڑا حصہ ہے۔ جو ملکی تجارت وصنعت پر اپنا اثر ورسوخ رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود معاشی اور سماجی زندگی میں اسلامی تعلیمات کی تنفیذ پر خاصی سنجیدگی سے کام ہورہا ہے اور حکومت کی طرف سے اس سمت میں بھی برابر پیش قدمی جاری ہے۔

مجھے اس مرتبہ "سیکیورٹیز کمیشن" نے مدعو کیا تھا یہ کمیشن ملک کے مرکزی بینک کا ایک ذیلی ادارہ ہے جو ہر قسم کی مالی کفالتوں کی نگرانی کرتا ہے، حکومت نے ایسی پالیسیاں اپنائی ہوئی ہیں جن کے تحت وہ بتدریج غیر سودی معیشت کی طرف بڑھ رہی ہے اسی لیے سیکورٹیز کمیشن نے اسلامی کیپیٹل مارکٹ کے موضوع پر ایک مختصر مذاکرہ منعقد کی تھی جس میں بحث کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ ایک اسلامی مالیاتی بازار کس طرح قائم کیا جاسکتا ہے؟ اس میں کس قسم کی دستاویزات جاری کی جاسکتی ہیں؟ اور خاص طور پر ملائشیا اس کام میں کیا کردار ادا کرسکتا ہے؟

مذاکرے کا افتتاح ملک کے ڈپٹی پرائم منسٹر الحاج انور ابراہیم نے کیا، جو اپنی علم دوستی اور دینی رجحان کے لیے مشہور ہیں اور وزیر اعظم مہاتر محمد کے بعد ملک کی دوسری اہم شخصیت ہیں۔ (بعض لوگ انہیں مستقبل کا وزیر اعظم بھی کہتے ہیں) عرب دنیا سے ڈاکٹر یوسف قرضاوی اور پاکستان سے راقم الحروف کو خصوصی طور پر ہماری ذاتی حیثیت میں مدعو کیا گیا تھا۔ سیکیورٹیز کمیشن کے چیرمین ڈاکٹر محمد منیر عبدالمجید نے اپنی کلیدی تقریر میں ملائشیا میں غیر سودی بینکاری کی مختصر تاریخ بیان کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ: ۱۹۸۰ کے بعد سے ملائشیا میں اسلامی بینکاری کی طرف پیش قدمی شروع ہوئی اور بینک اسلام کے نام سے ایک ایسا بینک قائم کیا گیا جو سود کے بجائے فنائسنگ کے اسلامی طریقوں کی بنیاد پر کام کررہا ہے اس کے ساتھ ایک قانون کے ذریعے اسلامی بینکوں کے قیام کے لیے گنجائش پیدا کی گئی اور کمرشل بنکوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اسلامی بینکاری کے لیے علاحدہ کھڑکیاں یا برانچیں قائم کریں، چنانچہ اب ملک کے بہت سے کمرشل بینکوں نے روایتی بینکاری کے ساتھ اسلامی طریق کار کے مطابق کام کرنے والی برانچیں یا کھڑکیاں قائم کی ہوئی ہیں۔ ان بینکوں کی نگرانی کے لیے علماء پر مشتمل شریعہ بورڈ بھی قائم ہیں جو بینکوں کے معاملات کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لیتے اور انہیں شرعی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ سیکیورٹیز کمیشن کے چیرمین نے کہا کہ شروع میں ہمیں یہ خطرہ تھا کہ بینکاری کے مسائل چوں کہ عہد جدید کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور خاصے پیچیدہ ہیں اس لیے ہمیں اپنے قدیم فقہی ذخیرے سے ان کے بارے میں مناسب رہنمائی ملنا مشکل ہوگا، لیکن اس سمت میں عملی پیش قدمی کے نتیجے میں ہم نے دیکھا عالم اسلام کے شریعہ اسکالرز نے جدید مسائل کو قرآن وسنت اور فقہی ذخیرے کی روشنی میں ایک نئے زاویہ نگاہ سے دیکھنا شروع کردیا ہے، جس کے نتیجے میں اسلامی اصولوں پر مبنی نئی تحقیقات تیز رفتاری سے سامنے آرہی ہے۔

انہوں نے اس سلسلے میں عالم اسلام کے بہت سے علماء اور محققین کی تحریروں کا ذکر کیا جنہوں نے ان کی رائے میں علمی تحقیق کے نے افق کھولے ہیں۔ ان حوالوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ حضرات اسلامی معیشت کے موضوع پر معاصر اہل علم کی تحریروں کا خاصی جزرسی سے مطالعہ کررہے ہیں اسی ضمن میں انہوں نے میرے ایک انگریزی مقالے کے اقتباسات بھی پڑھ کر سنائے۔ یہ مقالہ میں نے پانچ سال پہلے ملائشیا کے مرکزی بینک کے زیر اہتمام ایک سیمنار میں پیش کیا تھا۔ اور وہ بنیادی طور پر "محدود ذمہ داری" (Limited Liability) کے موضوع پر

تھا۔ معلوم ہوا کہ اسے یہاں کے علمی حلقوں میں خاصی پذیرائی ملی، وہ یہاں بڑے پیمانے پر شائع ہوا اور اب اس کا ملاوی زبان میں ترجمہ بھی ہورہا ہے۔

مذاکرے کے بعد ہمارے میزبانوں نے ملائشیا کے بعض اہم اداروں کا معائنہ کرایا بینک نگارا ملائشیا کا سنٹرل بینک ہے اس کے ڈپٹی گورنرز نے اپنے بینک کی ان کوششوں کی تفصیل بتائی جو وہ ملک میں اسلامی بینکاری کے فروغ کے لیے کررہا ہے۔ انہوں نے ایک اہم بات یہ بتائی کہ اس وقت اگرچہ ہر اسلامی بینک کا اپنا "شریعہ بورڈ" نہیں ہے جو اسے مختلف اسلامی بینکوں سے معاملات انجام دینے میں شرعی رہنمائی فراہم کرے اس لیے اب ایک ایسا بورڈ خود مرکزی بینک میں قائم کیا جارہا اور اس غرض کیلیے مرکزی بینک کے قانون میں ایک ترمیم مئی کے مہینے میں پارلیمنٹ کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔

سرکاری سطح پر زکوٰۃ کی فراہمی اور تقسیم کے لیے بھی ایک ادارہ قائم ہے اس ادارے میں بھی حاضری ہوئی۔ ادارے کے سربراہ نے بتایا کہ پرائم منسٹر سیکریٹریٹ میں ایک شعبہ "مجلس الشون الاسلامیہ" (مجلس امور اسلامی) کے نام سے قائم ہے۔ یہ اس مذہبی امور کے ادارے سے الگ حیثیت رکھتا ہے جو اکثر ملکوں میں پایا جاتا ہے اور اس میں تمام مذاہب کے امور کی نگرانی اور تنظیم کی جاتی ہے۔ "مجلس الشون الاسلامیہ" کا مقصد خاص طور پر اسلامی شعائر کی ترویج اور فروغ ہے۔ اسی شعبے کی طرف سے زکوٰۃ کا مرکز قائم کیا گیا ہے۔ یہ مرکز ۱۹۹۱ء میں قائم کیا گیا۔ اس کے تحت زکوٰۃ کی وصولیابی جبری تو نہیں ہے لیکن جو لوگ اس ادارے کے ذریعہ زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں ان کو زکوٰۃ کے حساب وکتاب اور ادائیگی کی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اس ادارے کی طرف سے کتابچوں، اخباری مضامین اور ریڈیو ٹی وی کے ذریعے زکوٰۃ کی اہمیت عوام پر واضح کی جاتی ہے، بروقت زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت اور اس کے فوائد وفضائل سے آگاہ کیا جاتا ہے، نیز جو حضرات ادائے زکوٰۃ کے لیے اس ادارے کے رکن بن جائیں ان کا زکوٰۃ کھاتہ کھول دیا جاتا ہے کمپیوٹر کے ذریعہ ان کی زکوٰۃ کا حساب رکھا جاتا ہے اور یہ سہولت بھی فراہم کی گئی ہے کہ جو لوگ چاہیں وہ اپنی تنخواہوں کا کچھ حصہ ہر ماہ زکوٰۃ کی مد میں اس ادارے کو فراہم کرتے رہیں، کمپیوٹر کے ذریعہ ان کی ادائیگی کا حساب رکھا جاتا ہے۔ اور سال کے ختم پر اس کا مکمل اکاؤنٹ پیش کردیا جاتا ہے جن لوگوں کا زکوٰۃ کا سال پورا ہوجائے انہیں یہ ادارہ یاددہانی کراتا ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کردیں ادارے کی طرف سے ایسی گائیڈ بک بھی شائع کی گئی ہے جس کی مدد سے ہر مسلمان اپنے قابل زکوٰۃ اثاثوں کی زکوٰۃ کا تعین کرسکے۔ اگرچہ ایک ایسا قانون بھی موجود ہے جس کی رو سے جو مسلمان زکوٰۃ ادا نہ کرے اسے قید یا جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ لیکن عملاً ایسی سزا کسی کو دی نہیں جاتی کیوں کہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ کسی شخص نے زکوٰۃ کہیں بھی ادا نہیں کی نیز فی الحال سرکاری حلقوں نے ترغیب کے ذرائع استعمال کرنا زیادہ مناسب سمجھا ہے۔

۱۹۹۴ء میں اس مرکز کے توسط سے ملک بھر سے ایک سو پچیس ملین ملیشیائی ڈالر (رنگیٹ) زکوٰۃ وصولی ہوئی جس میں سے ۳۵ ملین صرف کوالالمپور سے حاصل ہوئی تھی مرکز زکوٰۃ یہ رقوم حاصل کرنے کے بعد خود خرچ نہیں کرتا بلکہ محکمہ اسلامی امور کے تحت قائم شدہ زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرادیتا ہے۔ اس فنڈ کے تحت ہر صوبے میں تقسیم زکوٰۃ کا الگ نظم قائم ہے جس کے ذریعہ مستحقین کو نقد امداد کے علاوہ پیشہ ورانہ آلات وغیرہ فراہم کیے جاتے ہیں۔

حکومت ملائشیا کا ایک عظیم کارنامہ جس کی پورے عالم اسلام میں کوئی مثال نہیں ملتی، اس کا قائم کردہ ادارہ حج ہے جو نہ صرف ملیشیا کے مسلمانوں کو صاف ستھرے اور منظم انداز میں حج کرنے کی بہترین سہولیات فراہم کرتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ وہ ملک کی معاشی ترقی اور حاجیوں کی بہبود میں قابل تقلید کردار ادا کررہا ہے اس ادارے کی سبق آموز کہانی یہ ہے کہ ۱۹۵۹ء میں یونیورسٹی آف ملایا کے ایک ماہر معاشیات انگ کو عزیز کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ملیشیا کے مسلمانوں کو حج کرنے کا بڑا ذوق و شوق ہے اور وہ حج کی خاطر اپنی کمائی کا

ایک بڑا حصہ ہر اسل اپنی آمدنی سے بچا کر اپنی صندوقچیوں میں محفوظ کرتے ہیں، حج کی خاطر جمع کی ہوئی یہ انفرادی بچتیں سالہاسال صندوقچیوں میں ست (Idle) پڑی رہتی ہیں، چوں کہ حج کرنے والے بینک کے سود سے پرہیز کرتے ہیں اس لیے وہ یہ رقمیں بینکوں میں جمع نہیں کراتے اور اس طرح ان بچتوں کا نہ ان کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ان سے ملک کی معاشی سرگرمیوں کو کوئی سہارا ملتا ہے۔ انگ کو عزیز کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی ادارہ ان بچتوں کو یکجا کر کے انہیں ایسے تجارتی اور نفع بخش منصوبوں میں استعمال کرے جو شرعی اعتبار سے حلال ہوں تو ایک طرف ان منصوبوں کا نفع حاجیوں میں تقسیم کر کے ان کو جلد از جلد حج ادا کرنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے اور دوسری طرف ان تجارتی اور پیداواری منصوبوں سے ملکی معیشت کو فروغ ہوسکتا ہے۔ انگ کو عزیز نے اس خیال کی بنیاد پر ایک ایسے مالیاتی ادارے کا خاکہ تیار کیا جو لوگوں کی حج کے لیے جمع کی ہوئی رقوم کو جمع کر کے ان کو نفع بخش کاروبار میں لگائے یہ خاکے اس نے ایک ورکنگ پیپر کے طور پر حکومت کو پیش کیا۔ حکومت نے اس تجویز کو پسند کرتے ہوئے ۱۹۶۲ء میں ایک ادارہ قائم کیا، جس کا نام (Malayan Muslim Pigrim Saving Corporation) تھا اس ادارے نے یہ بات طے کی کہ حاجیوں سے ان کی بچتیں وصول کر کے انہیں صرف ایسی نفع بخش منصوبوں میں لگایا جائے گا جو شرعی اعتبار سے جائز اور حلال ہوں، جب تقریباً چھ سال تک یہ ادارہ کامیابی سے چلتا رہا تو ۱۹۶۹ء میں اسے ادارۂ حج کے ساتھ ضم کردیا گیا۔ اب یہ وزارت حج کا ایک ذیلی ادارہ ہے جس کا نام ''تابنگ حاجی'' ہے اور اس کی سربہ فلک عمارت کوالالمپور کی خوبصورت ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔

ادارے کا طریق کار یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو حج کے لیے رقم جمع کرنا چاہتا ہو، اپنی بچت اس ادارے میں جمع کراسکتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کی تنخواہ سے بھی اس کی متعین کی ہوئی رقم ہر ماہ کٹ کر ادارے میں جمع ہوسکتی ہے۔ ادارے میں رقم جمع کرانے کے لیے یہ سہولت بھی موجود ہے کہ ہر شخص اپنے قریبی ڈاک خانے میں پیسے جمع کرادے وہاں سے وہ ادارے کے اکاؤنٹ میں پہنچ جاتی ہے۔ ان جمع شدہ رقوم سے شرعی طور پر جائز کاروبار میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ رقم جمع کرنے والوں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے، نفع کا ایک حصہ دوبارہ کھاتہ دار کے اکاؤنٹ میں جمع ہو کر مزید نفع بخش کاروبار میں لگ جاتا ہے اور ایک حصہ بونس کی شکل میں کھاتہ دار کو نقد دیا جاتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اسے اپنی دوسری ضروریات میں استعمال کرے اور اگر چاہے تو اس کو بھی حج کھاتے میں جمع کرادے۔ اس طرح جب کسی کھاتہ دار کی اتنی رقم کھاتے میں جمع ہوجاتی ہے۔ جس سے وہ حج کرسکے۔ تو اب حج کے تمام مراحل کا انتظام ''تابونگ حاجی'' کے ذمہ ہوتا ہے یہی ادارہ کھاتے دار کے پاسپورٹ، ویزا وغیرہ کا انتظام کرتا ہے، یہی ہر کھاتہ دار کو حج کی بہترین تربیت دینے کا انتظام کرتا ہے۔ یہی ادارہ کھاتہ دار کے وطن سے لے کر حرمین شریفین تک اور وہاں سے واپس وطن تک سفر کے اعلیٰ انتظامات کرتا ہے مقامات مقدسہ میں قیام وطعام، علاج معالجے اور حجاج کی دوسری تمام ضروریات کی دیکھ بھال اسی ادارے کے ذمہ ہے جدہ ایئرپورٹ پر اس ادارے کے نمائندے حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں اور ان کے سفر کے تمام مراحل بذات خود پورے کراتے ہیں، منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں قیام اور مناسک کی ادائیگی کی نگرانی کرتے ہیں نقل وحرکت کے لیے اچھی سواریوں کا انتظام کرتے ہیں، غرض ملائشیا کے حجاج کو انتہائی نظم وضبط کے ساتھ کامیابی سے حج کراتے ہیں۔

یہ بات حج اور عمرے کے دوران ہر کس وناکس کے مشاہدے میں آتی ہے کہ دنیا بھر سے آئے ہوئے بھانت بھانت کے حاجیوں میں ملائشیا کے حجاج کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ سب سے زیادہ منظم اور باوقار نظر آتے ہیں۔ نہ وہ کبھی کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ نہ دھکا پیل میں ان کا کوئی حصہ ہوتا ہے اور نہ وہ کبھی لڑتے بھڑتے یا

بلند آواز سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں اس کے بجائے وہ نہایت پرسکون اور منظم طریقے پر خاموشی سے اپنی عبادات کرتے ہیں اور اسی نظم وضبط کے ساتھ رخصت ہوجاتے ہیں۔ ملائشیا کے حجاج کا یہ امتیاز جہاں ان کی طبعی نرمی اور شرافت کا نتیجہ ہے وہاں اس میں ''تابونگ حاجی'' کی دی ہوئی تربیت اور اس کے بنائے ہوئے نظام کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

''تابونگ حاجی'' کے ذمہ داروں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں حج کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے بلکہ ایک شخص جتنی مرتبہ چاہے حج کرسکتا ہے۔ ''تابونگ حاجی'' میں عازمین حج کی جو رقوم جمع ہوتی ہیں ان کا استعمال کس حسن کارکردگی کے ساتھ کیا گیا ہے اس کا کچھ اندازہ اس بات سے لگائے کہ ان رقوم سے ''تابونگ حاجی'' نے مندرجہ ذیل سات بڑی تجارتی کمپنیاں قائم کی ہیں، جو سو فیصد، ''تابونگ حاجی'' کی ملکیت ہیں۔ (۱) پلانٹیشن کارپوریشن (اداشدہ سرمایہ ۵ کروڑ ڈالر) جس نے چالیس ہزار ایکڑ رقبے پر پام اور کوکو کی کاشت کی ہے اور پام آئل کے دو مل قائم کئے ہیں۔ (۲) صباح پلانٹیشن کارپوریشن (اداشدہ سرمایہ تقریباً پچیس ملین ڈالر) جس نے نو ہزار چھ سو دو ایکڑ کے رقبے پر پام اور کوکو کی کاشت کی ہے۔ (۳) پلانٹیشن ہولڈنگ (اداشدہ سرمایہ تقریباً چھبیس لاکھ ڈالر) جس نے دو ہزار پانچ سو اکتیس ایکڑ کے رقبے پر پام کی کاشت کی ہے۔ (۴) جنرل ٹریڈنگ کمپنی (اداشدہ سرمایہ دو ملین ڈالر) جو ٹکٹ ایجنسی اور عمومی تجارت کرتی ہے۔ (۵) کنسٹرکشن اینڈ ہاؤسنگ کمپنی (اداشدہ سرمایہ بیس ملین ڈالر) جو تعمیرات اور پراپرٹی ڈیولپمنٹ کی خدمات انجام دیتی ہے۔ (۶) پراپرٹی مینجمنٹ کمپنی (اداشدہ سرمایہ دو لاکھ ڈالر) (۷) پروجیکٹ مینجمنٹ کمپنی (اداشدہ سرمایہ دس ملین ڈالر)

یہ سات کمپنیاں (جن کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ تقریباً ایک سو نو ملین ملیشین ڈالر ہے) تمام وکمال ادارۂ حج کی ملکیت ہیں اور ان کا تمام تر نفع ادارے کے ذریعے کھاتے داروں کو پہنچتا ہے اس کے علاوہ ملک کی انیس بڑی کمپنیوں میں ''تابونگ حاجی'' کے شیئرز کی ایک، بڑی تعداد ہے ان میں بہت سی کمپنیاں ایسی ہیں جن کی دس فیصد سے زائد شیئر ہولڈنگ ''تابونگ حاجی'' کی ہے اور ان کے بورڈ میں ''تابونگ حاجی کی نمائندگی موجود ہے اس کے علاوہ سفر حج کے سلسلے کی تمام تر خدمات یہی ادارہ تجارتی بنیاد پر انجام دیتا ہے۔ ملک بھر میں اس ادرہ کے سوا کسی اور کو سفر حج کا انتظام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا حجاج کے سفر کی خدمات سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی ادارے کے ذریعے کھاتے داروں ہی میں تقسیم ہوتی ہے اس کے علاوہ یہ ادارہ مختلف جائیدادیں بھی خریدتا بیچتا رہتا ہے اور اس کے ذریعے بھی نفع کماتا ہے، نیز یونٹ ٹرسٹ کے ذریعے دوسری کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت سے بھی اسے قابل لحاظ نفع ہوتا ہے اور مجھ سے ایک معروف بینک کے چیف ایگزیکٹیو نے ایک عشائیہ کے دوران یہ اعتراف کیا کہ ملک بھر میں کوئی بینک یا کوئی مالیاتی ادارہ اپنے کھاتہ داروں میں اتنا نفع تقسیم نہیں کرتا جتنا نفع ''تابونگ حاجی'' تقسیم کرتا ہے۔

1994 کے آخری مطبوعہ اعداد و شمار کے مطابق اس وقت کھاتہ داروں کی تعداد پچیس لاکھ سینتیس ہزار تھی اور ''تابونگ حاجی'' کے تمام نفع بخش منصوبوں سے حاصل ہونے والا مجموعی نفع (ٹیکس منہا کرنے کے بعد) اکیس کروڑ بیالیس لاکھ باون ہزار ملیشین ڈالر تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس عظیم الشان منصوبے نے نہ صرف حج کرنے والوں کو بلکہ پوری ملکی معیشت کو کتنا بے مثال نفع پہنچایا ہے۔

''تابونگ حاجی'' کی عظیم الشان عمارت کے آڈیٹوریم میں جب ایک ریکارڈ کی ہوئی تقریر ہمیں اس ادارے کی کارکردگی کی تفصیل بتارہی تھی تو میں سوچ رہا تھا کہ حج کے ادارے سے حاصل ہونے والے یہ نتائج اس ملک کے ہیں جس کی آبادی سوا کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر زیادہ آبادی والے مسلمان ملک، مثلاً پاکستان جس کی آبادی تیرہ کروڑ کے قریب ہے اور جہاں حج کرنے والوں کی تعداد ملائشیا کے حجاج سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر اسی قسم کے منصوبے اپنالیں تو اس سے نہ صرف فریضہ

حج کی ادائیگی آسان ہو جائے گی۔ بلکہ یہ منصوبہ ملک کی معاشی ترقی میں بھی کتنا بڑا کردار ادا کرے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کانوں میں رپورٹ دینے والے مقرر کی یہ آواز سنائی دی ''ہم دوسرے برادر مسلم ملکوں کو یہ پیش کش کر چکے ہیں۔ کہ اگر وہ اپنے یہاں اسی قسم کے ادارے قائم کریں۔ تو ''تابونگ حاجی'' اپنے تجربات کی روشنی میں ان سے تعاون کرکے خوشی محسوس کرے گا البتہ اس منصوبے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے خلوص، دوسرے محنت اور لگن اور تیسرے امانت اور دیانت انتہائی ضروری ہے'' دل سے بے ساختہ یہ دعا نکلی کہ اللہ تعالی ہمارے ملک کو بھی یہ تین بنیادی نعمتیں عطا فرمادے تو ہمارے دن بدل جائیں۔

''تابونگ حاجی'' کے بعد ہم کوالالپور کی عالمی اسلامی یونیورسٹی بھی گئے۔ اس یونیورسٹی میں اس وقت نوے ملکوں کے دس ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں چالیس مختلف ملکوں کے اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور تمام مروجہ علوم کے ساتھ اسلامی علوم کی تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ تعلیم کے مجموعی ماحول میں اسلامی مزاج ومذاق کی آبیاری کی کوشش کی جاتی ہے اور منتظمین کا کہنا ہے کہ یہاں تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اب اس یونیورسٹی کا نیا کیمپس تیار ہو چکا ہے۔ یہ کیمپس تین ہزار ایک سو پچاس مربع کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی تعمیر پر چار سو ملین امریکی ڈالر کی لاگت آئی ہے۔ اس کے ہاسٹل میں پندرہ ہزار طلبہ کے رہائش کا انتظام ہے۔ ایک ہزار رہائشی یونٹ شادی شدہ طلبہ کے لیے رکھے گئے ہیں اور اس کی لائبریری دس لاکھ کتابوں پر مشتمل ہے۔ یونیورسٹی کے معائنے کے دوران شعبۂ اسلامی معاشیات کے طلبہ، اساتذہ اور اسکالروں سے خطاب کا بھی موقع ملا اور خطاب کے بعد طلبہ کے سوالات سے ان کی علمی دلچسپی کا مظاہرہ ہوا۔

یہ ان چند نمایاں اداروں کا مختصر تذکرہ تھا جو حالیہ سفر ملائشیا کے دوران مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہر ادارے میں یقیناً بہت سی باتیں قابل تنقید بھی پائیں اور اصلاحات کی بھی بڑی گنجائش نظر آئی لیکن بحیثیت مجموعی ملائشیا جس رخ پر جا رہا ہے وہ بڑی حد تک امید افزا اور عالم اسلام کے لیے موجب اطمینان ہے یہ ملک ہم سے دس سال بعد آزاد ہوا لیکن اس کی ترقی کی رفتار ہمارے لئے قابل رشک ہے کوئی شک نہیں کہ اس کی آبادی ہمارے مقابلے میں بہت کم اور وسائل خاصے زیادہ ہیں اور اس ترقی کے عوامل میں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن اس سے بڑی وجہ ملک کا سیاسی استحکام، فعال اور مدبر قیادت اور قومی یکجہتی ہے یہاں بھی مختلف قومیں آباد ہیں یہاں بھی مختلف مذاہب کے لوگ مقیم ہیں۔ یہاں بھی سیاسی پارٹیاں اپنے الگ الگ منشور کے ساتھ موجود ہیں۔ لیکن اختلافات خواہ سیاسی ہوں یا نسلی، مذہبی ہوں یا فرقہ وارانہ، نہ وہ باہمی منافرت و عداوت کی شکل اختیار کرتے ہیں اور نہ ملک کے وسیع مفادات کی راہ میں ان سے کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

❖❖

بقیہ...... موت اور نیند سے متعلق آیت

(ترجمہ) اے اللہ! میں تیرے نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اسے اٹھاؤں گا اس اثناء میں اگر تو میری روح قبض کرلے تو اس پر رحم کرنا اور اگر واپس کرنا تو اس کی اس سے حفاظت کرنا جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

سائنس دانوں سے اپیل

ڈاکٹر عبداللہ نے سورۂ زمر کی زیر تذکرہ آیت پر تاثرات کا اظہار کرنے کے بعد اپنے پر جوش پیغام میں مغربی سائنسدانوں پر زور دیا ہے کہ وہ اسلام کی عالمگیری صداقتوں پر ایمان لے آئیں جو عقل وفکر، استدلال اور ذہانت کا سبق دینے کے ساتھ ساتھ جذبات کی تسکین اور روحانی تشنگی کو دور کرنے کا ایک ذریعہ بھی فراہم کرتا ہے انہوں نے مزید کہا کہ قرآن سائنس کو رد نہیں کرتا بلکہ اس کی تائید وتوثیق کرتا ہے اور یہ کہ کہیں گاہے بگاہے ایسا شائبہ نظر بھی آجائے تو وہ سائنس کے ناقص ہونے کی دلیل ہے اور اس مخصوص شعبہ میں کام کرنے کی ضرورت ہے مگر قرآن کی آفاقی عظمت اور بزرگی بہر حال مسلم ہے''۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

ایک امریکی لیڈی ڈاکٹر کے قبول اسلام کی ایمان افروز روداد

امریکہ کی ایک نوجوان لیڈی ڈاکٹر نے ترجمہ قرآن پاک کا ناقدانہ نظریے سے مطالعہ شروع کیا۔ دوران مطالعہ وہ اس کے اندر مغرب کی مزعومہ غلطیاں ڈھونڈتی تھی، لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس لازوال کتاب میں اپنے اس سوالات کا شافی اور تسلی بخش جواب مل گیا، جو بچپن ہی سے اس کے ذہن میں گردش کیا کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی ماہ بعد اس نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کردیا اور اب اس کا اسلامی نام ماریہ ہے۔

جواں سال ڈاکٹر ماریہ اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں'' میری پرورش کلیولینڈ میں ایک متشدد کیتھولک گھرانے میں ہوئی میں نے بی اے کی ڈگری نفسیات میں حاصل کی اس کے بعد میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا جہاں اس وقت میں پوسٹ گریجویٹ مقالہ تیار کررہی ہوں، میں اپنے عقائد اور افکار خیالات سے مطمئن نہیں تھی۔ مجھے ہمیشہ ایک مبہم سا کرب واضطراب ستاتا رہا اور عقیدۂ تثلیث کی ماہیت وحقیقت کے متعلق میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھتے رہے۔ میں سوچتی کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس میں بٹ کر مسیحیت کا تصور کیوں مختلف ہو جاتا ہے اور ہر فرقہ مذہب کا ایک خاص مفہوم کیوں متعین کرتا ہے میرا ایمان صرف ایک اللہ پر تھا اور میں حق اور ناحق کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی تاہم اسلام کے متعلق میں نے سنجیدگی سے کبھی نہ سوچا کہ یہ بھی کوئی قابل قبول اور قابل تقلید مذہب ہے۔ اسلام کے متعلق میرا تصور تھا کہ یہ جنگجوں، دہشت گردی، تشدد پسندی اور بنیاد پرستی کا دین ہے اور یہ کہ مسلمان قتل و خونریزی اور ظلم وسفاکی کے خوگر ایک وحشی قوم ہیں''۔

ڈاکٹر ماریہ مزید کہتی ہیں۔

''میرے قبول اسلام کی کہانی اس وقت شروع ہوئی جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ترجمہ قرآن پاک کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ شروع کیا تاکہ مجھے یہ معلوم ہوسکے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل۔ میں حیرت ومسرت کے ملے جلے جذبات میں ڈوب کر رہ گئی جب میں نے دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ تو نہایت واضح روشن اور صاف ستھرا ہے اور اس کے اندر خدا کا جو تصور ہے وہ بھی بے غبار ہے، یعنی (تمہارا معبود صرف ایک ہے)

''مطالعے کے بعد مجھے ایک طرح کی ذہنی آلودگی اور قلبی اطمینان حاصل ہوا اور جو جو سوالات میرے حاشیہ خیال میں گردش کررہے تھے قرآن میں ہر ایک کا تشفی بخش جواب مل گیا۔ اس کے بعد میں قرآن پاک اور دیگر اسلامی موضوعات کے مطالعے کو اپنا محبوب مشغلہ بنالیا اور اسلام کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کے لیے اس کا اچھی طرح مطالعہ کیا۔ اس سلسلے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مقدس صحابہ کرام کی سیرت اور اسلامی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا۔ اسلام نے صنف نازک کو جو مقام ومرتبہ اور حقوق صدیوں سے دے رکھے ہیں۔ ان سے میری نگاہیں خیرہ ہوگئیں، جب کہ امریکہ میں عورتوں کے اپنے حقوق کی بازیابی اور برابری کے مطالبے کی تاریخ چند سال سے زیادہ نہیں۔

دوسرا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ مسلم مرد وعورتوں اور ان کی عائلی وخانگی زندگی کا تجزیہ کرنا شروع کیا اور امریکہ کی اور ان کی معاشرتی اجتماعی زندگی کا تقابل اور موازنہ